جون ۱۹۹۷ء

ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟

حقائق و واقعات کی روشنی میں ایک جائزہ

امیر تنظیم اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب

تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام

تربیت گاہوں کا ترمیم شدہ پروگرام

جون' جولائی 1997ء

22 تا 28 جون 1997ء	مبتدی	بیروٹ (مری روڈ سے مظفر آباد روڈ پر)
6 تا 12 جولائی 1997ء	مبتدی / ملتزم	قرآن اکیڈمی' کراچی
20 تا 26 جولائی 1997ء	مبتدی	سوات

فرصت کے لمحات ضائع نہ کریں

فرقہ بندیوں اور نفرتوں سے پاک اسلام کو عقلی طور پر دلائل سے سمجھنے کے لئے گھر بیٹھے خط و کتابت کورس بعنوان "اسلام کا جائزہ" میں شرکت کریں اور فرصت کے اوقات میں کورس مکمل کریں۔ بچوں کو اسلام کی حقیقت سمجھانے کی غرض سے والدین کے لئے اس کورس کا مطالعہ بہت مفید ہو گا۔ اسلام کی تبلیغ کا فریضہ ادا کرنے والے اصحاب کے لئے بھی مفید ہے۔

طلبہ و طالبات اور اساتذہ کے لئے فیس میں پچاس فیصد رعایت ہے۔

تفصیلات کے لئے پراسپکٹس طلب کریں۔

البلاغ فاؤنڈیشن

پوسٹ بکس نمبر 2360 لاہور

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد : ۴۶

شمارہ : ۶

صفرالمظفر ۱۴۱۸ھ

جون ۱۹۹۷ء

فی شمارہ -/۱۰

سالانہ زرِ تعاون -/۱۰۵

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

- امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ — 22 ڈالر (800 روپے)
- سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، عرب امارات، بھارت، بنگلہ دیش، افریقہ، ایشیا، یورپ، جاپان — 17 ڈالر (600 روپے)
- ایران، ترکی، اومان، مسقط، عراق، الجزائر، مصر — 10 ڈالر (400 روپے)

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارۂ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت : 36۔ کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700۔ فون : 03۔02۔5869501

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی : 67۔ گڑھی شاہو، علامہ اقبال روڈ، لاہور، فون : 6305110

پبلشر : ناظم مکتبہ، مرکزی انجمن، طابع : رشید احمد چودھری، مطبع : مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

☆ **عرض احوال** ________ ۳

حافظ عاکف سعید

☆ **تذکرہ و تبصرہ** ________ ۵

کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟

حقائق و واقعات کی روشنی میں

ڈاکٹر اسرار احمد

☆ **امت مسلمہ کی عمر** ________ ۲۹

اور مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان

امین محمد جمال الدین

☆ **مسئلہ ایمان و کفر** ________ ۵۲

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد طاسین

☆ یادداشت بنام وزیر اعظم پاکستان ________ ۶۹

از طرف امیر تنظیم اسلامی ' مرکزی مجلس عاملہ تنظیم اسلامی پاکستان

☆ **گوشہ خواتین** ________ ۷۳

اے اسلام! تو عورتوں کا سب سے بڑا محسن ہے — پروفیسر ثریا بتول علوی

انٹرنیٹ کی سہولت رکھنے والوں کے لئے E-mail اور Web page کا ایڈریس

E-mail : anjuman@brain.net.pk

URL. http:/www.tanzeem.org

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عرض احوال

دو روز قبل کے اخبارات میں شائع ہونے والی اس اہم خبر کا کہ حکومت پاکستان نے افغانستان کی طالبان حکومت کو تسلیم کر لیا ہے مسلمانان پاکستان نے نہایت والہانہ انداز میں خیر مقدم کیا ہے اور جوش و جذبے کی ایک لہر ملت اسلامیہ پاکستان کے پورے جسد میں دوڑتی محسوس ہوتی ہے۔ یہ بات اکثر قارئین کے علم میں ہوگی کہ اپریل میں منعقد ہونے والے تنظیم اسلامی کے کل پاکستان مجلس عاملہ کے اجلاس میں اس بارے میں ایک قرارداد متفقہ طور پر منظور کر کے اخبارات کو بھجوائی گئی جس میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ طالبان چونکہ افغانستان کے اکثر حصے پر نہ صرف قابض ہیں بلکہ وہ ان تمام علاقوں میں جو ان کے ماتحت ہیں امن و امان قائم کرنے میں بھی کامیاب ہوئے ہیں لہٰذا ان کی حکومت کو فی الفور تسلیم کیا جائے۔ اس کے بعد بھی امیر تنظیم اسلامی متعدد پبلک اجتماعات میں طالبان کے بارے میں اپنے اس موقف کا اعادہ کر چکے ہیں۔ بحمد اللہ حکومت پاکستان نے اس معاملے میں دانشمندی اور جرأت کا ثبوت دیتے ہوئے بالآخر یہ نیک قدم اٹھا لیا ہے اور اس معاملے میں پہل کرنے کا سہرا ہماری حکومت ہی کے سر بندھا ہے۔ اس کے بعد جیسا کہ توقع تھی، سعودی عرب نے بھی طالبان کی حکومت کو تسلیم کرنے کا اعلان کیا ہے اور اب ہمارے وزیر خارجہ روسی ریاستوں کے دورے کے لئے پر تول رہے ہیں تاکہ انہیں بھی اس معاملے میں اپنا ہمنوا بنایا جا سکے۔ یوں افغانستان میں اسلامی نظام کے قیام اور ایک حقیقی اسلامی حکومت کی تشکیل کا وہ خواب جو گزشتہ چند برسوں کے دوران مختلف اسباب کی بنا پر دھندلا سا گیا تھا، ایک بار پھر حقیقت کا روپ دھارتا دکھائی دیتا ہے۔ گویا ایک طویل شب تاریک کی ظلمت اب چھٹنے کو ہے اور خون صد ہزار انجم سے پیدا ہونے والی سحر کی چاپ اب سنائی دینے لگی ہے۔ توقع ہے کہ افغانستان میں اسلامی حکومت کا قیام پاکستان میں قیام نظام اسلام کی جدوجہد پر بھی مثبت اثرات و نتائج کا پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ اور کیا عجب کہ ان دو برادر ملکوں میں دین حق کا یہ غلبہ پورے کرہ ارضی پر غلبہ دین اور قیام نظام خلافت کی تمہید بن جائے کہ کتب حدیث میں قرب قیامت کے

حالات و واقعات کے حوالے سے دشمنان اسلام کے مقابلے میں آخر کار مسلمانوں کی فتح کے ضمن میں جس خراسان کا تذکرہ تحسین آمیز انداز میں ملتا ہے وہ اس خطے ہی پر تو مشتمل ہے جس میں پورے افغانستان کے علاوہ پاکستان کا بھی کچھ شمالی علاقہ شامل ہے۔

☆ ☆ ☆

حال ہی میں وزیر اعظم پاکستان میاں محمد نواز شریف اور ان کے والد محترم کی دوبارہ قرآن اکیڈمی آمد اور امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کی اطلاع تو اکثر قارئین تک پہنچ چکی ہو گی۔ قومی اخبارات میں اس ملاقات کی کسی قدر تفصیلات شائع ہو چکی ہیں' ندائے خلافت کی ۲۸ مئی کی اشاعت میں اس ملاقات کی تفصیل پر مشتمل پریس ریلیز شائع کیا جا چکا ہے۔ اس معاملے سے دلچسپی رکھنے والے احباب ندائے خلافت کا مذکورہ شمارہ ضرور حاصل کر لیں ـــــ اس ملاقات کے چند روز بعد امیر تنظیم اسلامی کے زیر قیادت تنظیم کے ایک وفد نے بھی اسلام آباد میں وزیر اعظم پاکستان سے ایک باضابطہ ملاقات بھی کی اور اپنے انہی مطالبات یعنی سودی نظام کے خاتمے اور قرآن و سنت کو ملک کا سپریم لاء قرار دینے پر مشتمل ایک قرارداد تحریری شکل میں وزیر اعظم کو پیش کی۔ (اس یادداشت کا متن زیر نظر شمارے میں شائع کر دیا گیا ہے) وزیر اعظم پاکستان کا امیر تنظیم اسلامی کے موقف کو سمجھنے اور اس بارے میں رہنمائی لینے کی غرض سے امیر محترم سے ملاقات کے لئے دوبار قرآن اکیڈمی آنا یقیناً ایک غیر معمولی اور نہایت خوش آئند بات ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ان ملاقاتوں کو پاکستان میں دستوری سطح پر قرآن و سنت کی حتمی بالادستی کی تعیین اور نفاذ اسلام کے ضمن میں نتیجہ خیز اور مفید بنائے (آمین)

اعتذار

پچھلے ماہ یعنی مئی میں "میثاق" بوجوہ شائع نہیں کیا جا سکا۔ "میثاق" کی تاریخ میں یہ "سانحہ" ایک مدت کے بعد پیش آیا ہے۔ پچھلے پندرہ برسوں کے دوران یعنی جب سے راقم اس پرچے کے ادارتی امور سے وابستہ ہوا ہے' شاید یہ دوسرا موقع ہے کہ پرچہ اشاعت پذیر نہ ہو سکا۔ بروقت اطلاع نہ ہونے کے باعث قارئین کو انتظار کی جو اذیت برداشت کرنا پڑی اس پر ہم تہہ دل سے معذرت خواہ ہیں۔ (مدیر)

کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟

حقائق و واقعات کی روشنی میں

اخوت اکیڈمی ' اسلام آباد میں امیر تنظیم اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب

اواخر مارچ میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد ایک مختصر دورے پر اسلام آباد تشریف لے گئے تو دیگر مصروفیات کے علاوہ "اخوت اکیڈمی" کی دعوت پر ان کے اجتماع کارکنان میں ایک نہایت حساس موضوع پر امیر تنظیم کا خطاب بھی ہوا۔ "اخوت اکیڈمی" کی تاریخ کچھ زیادہ پرانی نہیں ہے۔ مارچ ۹۵ء میں دینی جذبہ رکھنے والے چند نوجوانوں نے جو مسلکاً اہل تشیع میں سے ہیں' یہ علمی و تحقیقاتی ادارہ قائم کیا۔ ایران میں امام خمینی کے انقلاب کے بعد پاکستان کے جن شیعہ نوجوانوں میں دینی جذبہ بیدار ہوا اور احیاء اسلام کی تڑپ پیدا ہوئی ان میں یہ نوجوان بھی شامل تھے۔ اخوت اکیڈمی کے تعارفی پمفلٹ میں اکیڈمی کے جو مقاصد معین کیے گئے ہیں ان میں "ہر قسم کے تعصب' فرقہ واریت' کم نظری' شخصیت پرستی' جمود اور منفی مرعوبیت کا مقابلہ" کے الفاظ ہمارے نقطہ نگاہ سے خصوصی اہمیت کے حامل ہیں۔ ۹۵ء کے "میثاق" میں شیعہ سنی مفاہمت کے موضوع پر امیر تنظیم کا خطاب شائع ہوا تو اس کی تائید میں اخوت اکیڈمی کے ایک رکن کا ایک جامع مضمون قومی اخبارات میں شائع ہوا۔ یہی مضمون ان کے ساتھ ہمارے رابطے کی تمہید بن گیا۔ پچھلے سال اکتوبر میں راولپنڈی میں تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع کے موقع پر جہاں دیگر مسالک اور دینی جماعتوں کے سرکردہ افراد کو دعوت خطاب دی گئی وہاں اخوت اکیڈمی کے سربراہ کو بھی اجتماع میں مدعو کیا گیا۔ امیر تنظیم کے حالیہ دورۂ اسلام آباد کے موقع پر اخوت اکیڈمی کی طرف سے جب امیر تنظیم کو دعوت خطاب موصول ہوئی تو انہوں نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اکیڈمی کے کارکنان کے سامنے مذہبی جماعتوں کی ناکامی کے اسباب کے موضوع پر کھل کر اظہار خیال کیا۔ ذیل میں اس خطاب کو ٹیپ کی ریل سے صفحہ قرطاس پر منتقل کر کے مرتب انداز میں شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

خطبہ مسنونہ و تلاوت آیات کے بعد :

محترم کارکنان اخوت اکیڈمی اور معزز حاضرین! آج کا موضوع بڑا حساس ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں تمام مذہبی جماعتوں کی کارکردگی کے بارے میں اظہار رائے لازمی ہے اور حاضرین و سامعین میں سے ہر فرد کا کسی نہ کسی جماعت اور کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے ساتھ ذہنی' فکری اور عملی تعلق لازماً ہوگا۔ اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے خصوصی دعا کرتے ہوئے آغاز کر رہا ہوں کہ وہ مجھے بھی محتاط الفاظ استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور سننے والوں کو بھی اس بات کی ہمت دے کہ اختلافی بات کو بھی کھلے دل کے ساتھ سن سکیں۔ پھر اگر قابل قبول نظر آئے تو قبول کریں' اور ناقابل قبول ہو تو رد کر دیں۔

یہ موضوع بڑا اہم ہے اور واقعتاً بڑے مناسب موقع پر اخوت اکیڈمی نے اس پر بحث و گفتگو کا آغاز کیا ہے۔ اور غالباً تین چار حضرات اس پر اظہار خیال کر بھی چکے ہیں۔ عنوان بحث یعنی : "کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟ حقائق و واقعات کی روشنی میں" میں ظاہر ہے کہ اصل سوال اس کا جزوِ اول ہے جزوِ ثانی تو اس کا اضافی ضمیمہ ہے! اصل اور تیکھا اور نازک سوال صرف یہ ہے کہ کیا مذہبی جماعتیں ناکام ہیں؟ مجموعی اعتبار سے تمام مذہبی جماعتوں کو ایک وحدت تصور کرتے ہوئے اس سوال کا جواب ایک بہت بڑی "ہاں" میں ہے۔ یقیناً بحیثیتِ مجموعی پاکستان کی مذہبی جماعتیں ناکام بلکہ شدید ناکام ہیں۔ اس کی ایک خاص وجہ ہے۔

قیام پاکستان : اللہ کی مشیت کا ظہور

دیکھئے' مسلم لیگ ایک قومی جماعت تھی۔ اس میں تقریباً تمام مکاتب فکر اور مکاتبِ فقہ کے مسلمان جمع ہو گئے تھے۔ شیعہ اور سنی بھی تھے۔ بریلوی' دیوبندی اور اہلحدیث بھی تھے اور لبرل بھی تھے اور آرتھوڈوکس بھی! اس قومی جماعت نے ایک بہت بڑا کارنامہ انجام دیا۔ کوئی شخص اس کا کریڈٹ اس جماعت کو دے یا اس کی قیادت یعنی قائد اعظم اور ان کے ساتھیوں کو' میرے نزدیک دراصل یہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کا تھا۔

اس لئے کہ اس سے ایک سال پہلے ۱۹۴۶ء میں قائداعظم کیبنٹ مشن پلان کو قبول کر کے آزاد پاکستان کے مطالبے سے کم از کم دس سال تک کے لئے دست بردار ہو چکے تھے۔ اس پلان میں طے تھا کہ دس سال تک ہندوستان ایک وحدت رہے گا' اس کی ایک مرکزی حکومت ہو گی جس کے تحت تین زون ہوں گے' انہیں داخلی خود مختاری (internal autonomy) حاصل ہو گی جیسے صوبوں کو حاصل ہوتی ہے۔ البتہ دس سال کے بعد کوئی زون علیحدہ ہونا چاہئے تو علیحدہ ہو سکے گا۔ لیکن مشیتِ ایزدی کچھ اور تھی۔ اللہ تعالیٰ کی جناب سے فیصلہ ہوا کہ ہندی مسلمانو! داخلی خود مختاری کے حامل زون نہیں بلکہ آزاد اور خود مختار ملک پاکستان لو' البتہ ﴿فَنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝﴾ "پھر ہم دیکھیں گے کہ تم کرتے کیا ہو"۔ دراصل جب ہندی مسلمان قوم نے بحیثیت مجموعی نعرہ لگایا کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" تو اللہ نے مسلم لیگ کے ذریعے پاکستان عطا کر کے ان پر حجت قائم کی۔ اگرچہ پاکستان کے دو صوبے تقسیم ہو گئے لیکن پھر بھی دنیا کی سب سے بڑی مسلمان ریاست وجود میں آ گئی۔

اللہ کی سنتِ ثابتہ

درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ ثابتہ اور سنتِ مستقلہ ہے کہ جب کوئی قوم اللہ سے کوئی عہد کر کے کسی چیز کا مطالبہ کرے تو اللہ اس کی پکار کو لازماً سنتا اور قبول کرتا ہے۔ یہ سنت ایک حد تک تو افراد کے معاملے میں بھی ہے۔ یعنی جب ایک فرد کہے کہ اے اللہ! اگر تو میری یہ مشکل رفع کر دے تو میں یہ کروں گا۔ جسے ہم نذر ماننا کہتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ عام طور پر افراد کی بات کو بھی نہیں ٹالتا اور وہ چاہتا ہے کہ پھر "يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ" وہ بھی اپنی نذر پوری کریں۔ اور جو وعدہ انہوں نے کیا تھا اسے پورا کریں اور اس کی خلاف ورزی نہ کریں۔ یہ سُنّت اللہ قوموں کے معاملہ میں تو اس سے زیادہ بڑھ کر قطعی اور یقینی ہے۔ چنانچہ کوئی قوم اگر اجتماعی طور پر اللہ سے کوئی وعدہ کرے کہ اے اللہ اگر تو ہمارا یہ مطالبہ پورا کر دے تو ہم یہ کریں گے' تو میرے علم کی حد تک وہ دعا' پکار اور مطالبہ رد نہیں کیا جاتا۔ اور پھر اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے کہ آیا وہ بھی اپنا وعدہ پورا کرتی ہے یا نہیں۔ جیسے

قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے بارے میں آیا ہے :

﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝ ﴾ (الاعراف : ۱۲۹)

"(حضرت موسیٰؑ سے کہلوایا کہ) ہو سکتا ہے کہ تمہارا رب تمہارے دشمن (فرعون اور اس کے لاؤ لشکر) کو ہلاک کر دے اور پھر تمہیں استخلاف فی الارض (زمین میں شان و شوکت اور قوت) عطا کرے۔ پھر وہ دیکھے کہ تم کرتے کیا ہو"۔

مسلم لیگ اور اسلام

بہرحال اللہ کی مشیت خصوصی کا ظہور یعنی پاکستان کا قیام چونکہ مسلم لیگ کے ذریعے ہوا تھا' اس لئے یہ بلاشبہ مسلم لیگ کی بڑی کامیابی تھی۔ لیکن ظاہر ہے کہ مسلم لیگ ایک قومی جماعت تھی' مذہبی جماعت نہیں تھی۔ چنانچہ اس کی قیادت علماء کے پاس نہیں تھی۔ اگرچہ اس میں علماء کرام اور مشائخ عظام بھی شامل تھے' جیسے مولانا شبیر احمد عثمانیؒ' مولانا ظفر احمد عثمانیؒ' پیر جماعت علی شاہؒ' پیر صاحب مانکی شریف اور پیر صاحب زکوڑی شریف وغیرہ لیکن ان سب کی حیثیت معاونین کی تھی' یہ قائدین میں سے نہیں تھے۔ اس طرح مسلم لیگ مذہبی جماعت نہیں تھی بلکہ واقعہ یہ ہے کہ مسلم لیگ اگر مذہبی جماعت ہوتی تو قومی جماعت ہرگز نہ بن سکتی تھی۔ اس لئے کہ مذہبی جماعت کی اپنی حدود (Limitations) ہوتی ہیں۔ وہ تو پہلے یہ دیکھے گی کہ فرد کا عقیدہ و نظریہ کیا ہے؟ اس کا کردار و عمل کیسا ہے؟ وہ صوم و صلوٰۃ کا بھی پابند ہے یا نہیں۔ جبکہ مسلم لیگ میں شمولیت کے لئے شرط محض یہ تھی کہ "مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ" یعنی نام مسلمانوں کا سا ہونا چاہئے۔ اس کے بعد کوئی شیعہ ہو یا سنی' حتیٰ کہ اگر قادیانی بھی ہو وہ مسلم لیگ میں شامل ہو سکتا تھا۔ اس لئے کہ نام تو ان کے بھی مسلمانوں کے سے تھے۔ غلام احمد قادیانی کا نام بھی تو مسلمانوں جیسا تھا۔ چنانچہ اگر مسلم قومیت کے نام پر مسلمانوں کو اکٹھا نہ کیا جاتا تو پاکستان نہیں بن سکتا تھا۔

البتہ قومی جماعت کے ہاتھوں اس ملک کے ایک اسلامی ریاست بننے کا کوئی امکان نہیں تھا بلکہ یہ ایک غیر منطقی بات ہوتی۔ اس لئے کہ قومی جماعت قومی ریاست ہی قائم کر سکتی ہے اسلامی ریاست نہیں۔ اسلامی ریاست تو کوئی دینی جماعت ہی قائم کر سکتی ہے۔

نفاذِ اسلام' دینی جماعتیں اور قائداعظم کا متنازعہ جملہ

قیام پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کا کام مذہبی جماعتوں کا تھا۔ انہیں ایک ملک مل گیا تھا اور اب لازم تھا کہ وہ اسے اسلامی ریاست میں تبدیل کرنے کی کوشش کرتیں۔ اور یہی دراصل میرے نزدیک قائداعظم کے اس controversial جملے کی توجیہ ہے جو انہوں نے ۱۹۴۷ء میں کہا تھا۔ میں قائداعظم کو کوئی جھوٹا اور فریبی انسان نہیں سمجھتا۔ بلاشبہ ان کے کردار کے یہ پہلو بہت روشن تھے۔ وہ وہی کہتے تھے جو دل میں ہوتا تھا اور جو کچھ بھی وہ زبان سے کہتے تھے مخاطب یقین کر سکتا تھا کہ یہی ان کے دل میں ہے۔ انہوں نے کہا تھا

> *"Very soon Hindus will cease to be Hindus and Muslims will cease to be Muslims, not in the religious sense because religion is the private affair of the individual, but in the political sense"*

یہ وہ جملہ ہے کہ جس کی بنا پر قائداعظم پر بہت زیادہ تنقید ہوئی ہے۔ چنانچہ قائداعظم کے عقیدت مندوں کو بھی دقت پیش آتی ہے کہ اس کی توجیہ کیسے کریں۔ حال ہی میں زیڈ اے سلہری صاحب نے جنگ میں اپنے ایک مضمون میں شریف المجاہد کی کتاب پر بڑی زبردست تنقید کی ہے۔ ان کے خیال میں شریف المجاہد نے قائداعظم کی جو سوانح عمری لکھی ہے اس میں انہوں نے بہت بڑا سوال کھڑا کر دیا ہے کہ یہ جملہ قائداعظم نے کیسے کہہ دیا؟ لیکن اس کا جواب نہیں دیا' جس سے بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں انتشار پیدا ہوا ہے۔

قائداعظم کے اس جملے کی ایک توجیہ غلام احمد پرویز نے بھی کی ہے۔ چونکہ وہ منکرین سنت میں شامل ہیں' اس لئے مجھے ان سے بہت بعد ہے' لیکن میں یہ مانتا ہوں کہ وہ خالص مسلم لیگی اور مخلص پاکستانی تھے۔ لیکن اس جملے کی صحیح توجیہ ان کی سمجھ میں بھی نہیں آئی۔ ان کا کہنا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ حالات کا دباؤ کچھ ایسا تھا' اور مسائل اتنے

شدید اور گھمبیر تھے کہ قائداعظم کے اعصاب اس وقت متاثر ہو گئے' اور اعصاب کے تناؤ کے عالم میں انہوں نے یہ جملہ کہہ دیا۔ گویا یہ جملہ ان سے غیر شعوری طور پر اور بے سوچے سمجھے نکل گیا۔ میں اس بات کو کسی صورت تسلیم نہیں کرتا۔ حالات یقیناً گھمبیر تھے لیکن یہ جملہ انہوں نے خوب سوچ سمجھ کر کہا ہے۔ اس لئے کہ ان کے اعصاب بہت مضبوط اور فولادی تھے!

میرے نزدیک بھی اس کی ایک خاص توجیہ ہے۔ وہ شاید آپ کو قبول نہ ہو' لیکن میرا دل اس پر مطمئن ہے۔ ویسے اگر قائداعظم کے اس قول کی توجیہہ یہی ہو تب بھی میں اس سے اختلاف کرتا ہوں۔ وہ توجیہ یہ ہے کہ اگر ہندوستان ایک وحدت کی حیثیت سے آزاد ہوتا تو مسلمان اقلیت میں ہوتے' اور "One man one vote" کے اصول کے تحت اس میں کسی صورت اسلام کے نظام کے قیام اور شریعت اسلامی کے نفاذ کا کوئی امکان نہیں تھا۔ لیکن اب جب ہم نے ایک ایسا ملک حاصل کر لیا ہے جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں تو چونکہ سیکولرازم کے اصول کے تحت بھی اکثریت کی بات چلتی ہے لہٰذا اگر اسمبلی میں مسلمانوں کی اکثریت اسلام لانا چاہے گی تو اسے کوئی نہیں روک سکے گا۔ گویا کہ انہوں نے یہ بات صرف اس لئے کی تھی کہ فوری طور پر پوری دنیا کو الرٹ کر دینا مناسب نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ دنیا کہے کہ بیسویں صدی کے خالص سیکولر دور میں اہل پاکستان ایک مذہبی حکومت قائم کرنے چلے ہیں' یہ اسلام کا نام لے رہے ہیں ؏

کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں !

لہٰذا تمام عالمی قوتیں پاکستان کا گلا عہد طفولیت ہی میں گھونٹنے پر کمر کس لیتیں۔ قائداعظم نے اس حکمت عملی کے تحت یہ جملہ کہا تھا۔ مطلب یہ تھا کہ جب اکثریت چاہے گی تو اسلام آجائے گا۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس اکثریت کو بروئے کار لانا آخر کس کا کام تھا؟ ظاہر ہے کہ یہ مذہبی جماعتوں اور مذہبی قیادت کا کام تھا۔ لہٰذا اگر اسلام یہاں نہیں آسکا تو اس کا الزام جملہ مذہبی جماعتوں پر آتا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کسی کا جرم زیادہ ہو اور کسی کا کم۔ کیونکہ کسی کی حیثیت زیادہ تھی' کسی کی کم۔ کچھ لوگ اپنی حیثیت کے مطابق زیادہ کر

سکتے تھے لیکن انہوں نے نہیں کیا' لہٰذا زیادہ بڑے مجرم ٹھہرے۔ کچھ لوگ تھوڑا کر سکتے تھے' انہوں نے تھوڑا بھی نہیں کیا' لہٰذا وہ بھی مورد الزام ٹھہرے۔ غرض پوری قوم ذمہ دار ہے' لیکن سب سے بڑی ذمہ داری اس کی مذہبی قیادت پر ہے۔

طریق کار کی غلطی

اس ضمن میں یہ بات اہم ترین ہے کہ اگر دینی جماعتیں صحیح طور پر نفاذ اسلام کے لئے جدوجہد کرتیں تو برسرِاقتدار کسی بھی حکومت کے ذریعے بہت سا کام کروا سکتی تھیں۔ اس کی مثال قرارداد مقاصد کی منظوری ہے۔ مولانا مودودی مرحوم نے ۱۹۴۸ء میں "مطالبہ دستور اسلامی" پیش کیا اور اس کے لئے ایک زبردست مہم چلائی گئی' بے شمار پوسٹ کارڈ چھاپے گئے جن پر مجوزہ دستور کے اصولوں پر مشتمل مطالبات درج تھے۔ یہ کارڈ بڑی تعداد میں لوگوں نے حکومت کو ارسال کئے۔ چنانچہ روزانہ دستور ساز اسمبلی کے سپیکر کے سامنے خطوں اور ٹیلی گرام کے انبار لگ جاتے تھے' بہت بڑی تعداد میں تار آتے تھے' ہزاروں خطوط پہنچتے تھے' بے شمار محضرنامے آتے تھے۔ اس کے نتیجے میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا وہ تار اور خطوط صرف جماعت اسلامی کے لوگوں نے ارسال کئے تھے؟ نہیں' بلکہ یہ پوری قوم کا کام تھا۔ پوری قوم نے جماعت اسلامی کا ساتھ دیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت تک جماعت اسلامی مروجہ مفہوم میں سیاسی جماعت (Political Party) نہیں تھی۔ اور اگرچہ جماعت اسلامی تحریک پاکستان کی مخالف رہی تھی اور آخری دور میں اس نے مسلم لیگ پر شدید ترین تنقیدیں بھی کیں لیکن پھر بھی مسلم لیگ کے بہت سے لوگوں نے اس مطالبہ دستور اسلامی میں مولانا مودودیؒ کا ساتھ دے کر اتمام حجت کر دیا۔ بلکہ اس قرارداد کی منظوری میں فیصلہ کن کردار (decisive role) تو مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے ادا کیا جو کہ پکے مسلم لیگی تھے۔ یہاں تک کہ انہوں نے لیاقت علی خان مرحوم کو دھمکی دی تھی کہ لیاقت! اگر آج یہ قرارداد پاس نہ ہوئی تو میں ابھی استعفاء دے کر اسمبلی سے باہر جاؤں گا اور قوم سے کہوں گا کہ مسلم

لیگ نے تم سے دھوکہ کیا ہے۔ چنانچہ اس دھمکی کی بدولت قرارداد منظور ہوئی۔ حالانکہ اس وقت اسمبلی میں ایسے سیکولر ذہن کے لوگ بھی موجود تھے جنہوں نے اس قرارداد کی منظوری پر کہا تھا کہ آج ہم اس قابل نہیں رہے کہ مہذب دنیا کے ساتھ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکیں۔ یعنی' اب ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے کہ آج کے سیکولر جمہوری دور میں ہم خدائی حاکمیت کا اعلان و اقرار کر رہے ہیں۔ اس سب کے باوجود یہ قرارداد پاس ہوئی۔

دستورِ اسلامی کے بنیادی اصولوں پر علماء کا اتفاق

پھر سیکولر عناصر کے پاس نفاذ اسلام سے روگردانی کے لئے ایک بہت بڑی دلیل یہ تھی کہ کس کا اسلام نافذ کیا جائے' شیعہ کا یا سنی کا؟ دیوبندی کا یا بریلوی کا؟ چنانچہ رجال دین نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور اگلے سال ۱۹۵۰ء میں دوسرا بہت بڑا معجزہ رونما ہوا کہ تمام مکاتب فکر اور مذاہب فکر سے چوٹی کے ۳۱ علماء نے دستور اسلامی کی تشکیل کے لئے ۲۲ متفقہ اصول پیش کر دیئے۔ یہ دراصل علماء کی جانب سے حجت تھی کہ نفاذ اسلام کے معاملے میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اس تاریخی دستاویز پر ایک جانب شیعہ مسلک سے تعلق رکھنے والے مفتی جعفر حسین جیسے مجتہد' حافظ کفایت حسین صاحب جیسے واعظ اور ذاکر اور دوسری جانب دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث اور جماعت اسلامی کی بھی چوٹی کی قیادت کے دستخط تھے۔

لیکن ۵۱ء میں ایک ہمالیہ جیسی غلطی ہو گئی کہ سب سے مضبوط دینی جماعت یعنی جماعت اسلامی انتخابی راستے پر چل پڑی اور پھر ایک ایک کر کے تمام دینی و مذہبی جماعتوں نے اسی "طور" کی سیر کا راستہ اختیار کر لیا۔ جس کے نتیجے میں یہ سارے خواب پریشان ہو گئے۔ چنانچہ میرے نزدیک اس ساری ناکامی کی ذمہ داری کا اصل بوجھ مذہبی جماعتوں پر ہے۔ اور اس کے بعد اس غلطی کو سینتالیس برس ہونے کو ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم نصف صدی کے بعد اس ٹوٹے ہوئے تار کو دوبارہ جوڑ سکیں۔ اور ۵۱ء سے پہلے کی جدوجہد کی طرز پر کام کرنے لگ جائیں۔

دینی جماعتوں کی کامیابی و ناکامی کا تجزیہ

جملہ مذہبی جماعتوں کے مجموعی رول اور ان کی مشترک ناکامی کے جائزے کے بعد اب ہم انفرادی طور پر دینی جماعتوں کی کامیابی اور ناکامی کا تجزیہ کرتے ہیں۔ یہ تجزیہ دینی جماعتوں کے مقاصد کے حوالے سے ہو گا۔ یعنی ان اہداف کے حوالے سے جو مختلف جماعتوں نے اپنے قیام کی وقت متعین کئے تھے۔ چنانچہ اس تجزیہ میں ہم یہ دیکھیں گے کہ انہوں نے اپنے اہداف تک کس قدر رسائی حاصل کی ہے۔

تبلیغی جماعت : کامیاب ترین جماعت

ہمارے نزدیک اپنے اہداف کے اعتبار سے سب سے زیادہ کامیاب جماعت تبلیغی جماعت ہے۔ اس کا ہدف یہ تھا کہ افراد امت کے دلوں میں ایمان تازہ اور راسخ ہو جائے۔ انہیں یہ یقین ہو جائے کہ عامل حقیقی اشیاء نہیں' اللہ تعالیٰ ہے' مثلاً پیاس پانی سے نہیں بجھتی' اللہ کے بجھانے سے بجھتی ہے۔ بلاشبہ اسباب کی ایک تاثیر ہے لیکن اشیاء میں یہ تاثیر اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہے۔ مسبب الاسباب اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا : "ابن آدم کے حلق سے جو لقمہ اترتا ہے اللہ سے اذن مانگتا ہے کہ میں اس کے لئے غذا کا کام دوں یا زہر بن جاؤں"۔ دوسرا ہدف یہ تھا کہ افراد کا انفرادی عمل درست ہو جائے۔ جیسے تبلیغی بھائی کہتے ہیں کہ "حضور ﷺ کے اعمال ہمارے اندر آجائیں" اور ان اعمال میں اس کے پیش نظر محض انفرادی اعمال کی اصلاح' عبادات کی ترغیب اور وضع قطع اور رہن سہن کو مسنون بنانا تھا۔

اس مقصد میں تبلیغی جماعت کو یقیناً بہت بڑے پیمانے پر کامیابی حاصل ہوئی۔ یہ الگ بات ہے کہ اس کے مقاصد نہایت محدود ہیں۔ اس نے کبھی انقلاب کا نعرہ نہیں لگایا' کبھی نظام اسلامی کے نفاذ کی تحریک نہیں چلائی' یہاں تک کہ وہ تو ۱۹۷۷ء کی نظام مصطفیٰ کی تحریک میں بھی شریک نہیں ہوئی۔ بلکہ اکثر یہ سننے میں آیا ہے کہ اگر کوئی کہے کہ یہاں اسلامی نظام کے لئے دعا مانگ لیجئے تو وہ دعا بھی نہیں مانگتے' کہ خواہ مخواہ اس سے بھی سیاست کی بو آجائے گی اور لوگ سمجھیں گے کہ تبلیغی جماعت کی جانب سے نفاذ اسلام کا

مطالبہ لے کر اٹھنے والی سیاسی یا نیم مذہبی و نیم سیاسی جماعت کی تائید ہو گئی۔ البتہ اب ان پر دباؤ بڑھا ہے کہ پون صدی ہو گئی ہے کچھ تو اسلامی نظام کی جانب پیش قدمی ہونی چاہئے' لہٰذا اب بعض اوقات ان کے بیانات میں نفاذِ اسلام کی بھی کوئی بات کبھی آجاتی ہے۔ لیکن اکثر و بیشتر وہ ایک قدم آگے رکھ کر دس قدم پیچھے ہو جاتے ہیں۔

تبلیغی جماعت کی دوسری بہت بڑی کامیابی یہ ہے کہ اگرچہ اس کا آغاز ایک خاص مکتبہ فکر کے علماء سے ہوا تھا۔ چنانچہ بانی جماعت مولانا الیاس ؒ اور ان کے ساتھی خالص سنی' حنفی' دیوبندی علماء تھے اور اب بھی جماعت کی قیادت انہی کے ہاتھ میں ہے لیکن یہ امر مسلّم ہے کہ اس نے کبھی فرقہ واریت کی بات نہیں کی' دعوت میں کبھی مسلک کی بنیاد پر تفریق نہیں کی' کسی اختلافی مسئلے کو نہیں چھیڑا۔ چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ملک میں موجود فرقہ وارانہ کشیدگی میں دھیلا بھر بھی حصہ تبلیغی جماعت کے کھاتے میں نہیں ڈالا جا سکتا۔

ان دو اعتبارات سے ہمارے نزدیک تبلیغی جماعت کامیاب ترین مذہبی جماعت ہے۔ وہ دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ ان کے لاکھوں کے اجتماعات منعقد ہوتے ہیں۔ دس لاکھ سے زائد کا اجتماع تو رائے ونڈ میں بھی ہو جاتا ہے جبکہ ٹونگی (بنگلہ دیش) جو ان کا مرکز ہے' وہاں ایک محتاط اندازے کے مطابق ۲۵ لاکھ کا اجتماع ہوتا ہے۔ اور یہ آج سے تقریباً پندرہ سال پرانی بات ہے۔

دوسرے یہ کہ تبلیغی جماعت کا مشن پوری دنیا کو محیط ہے۔ ہمارے پاس اگر کوئی ذریعہ ہوتا تو ہم دیکھ سکتے تھے کہ پورے کرۂ ارضی کے اوپر ایک ہی وقت میں تبلیغی جماعتیں حرکت میں ہیں' بالکل اسی طرح جیسے چیونٹیاں رینگ رہی ہوتی ہیں۔ امریکہ یورپ' افریقہ' چین اور دنیا کے تمام خطوں میں تبلیغی جماعت کی دعوت پھیل رہی ہے۔ ہندوستان' پاکستان اور بنگلہ دیش تو ظاہر ہے کہ اس کے اصل مراکز ہیں ہی۔

تیسرے یہ کہ انفرادی سطح پر جو تبدیلی تبلیغی جماعت لانا چاہتی ہے' لا رہی ہے۔ اس میں وہ کافی حد تک کامیاب ہے۔ چنانچہ بہت سے مسلمانوں کی داڑھیاں لمبی ہو رہی ہیں' پاجامے اور شلواریں ٹخنوں سے اوپر اٹھ رہے ہیں۔ بہت سے لوگ جن کی شامیں جو کبھی

سینما میں یا ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر گزرتی تھیں اب مسجد میں گزرتی ہیں۔ پڑھے لکھے اور اعلیٰ تعلیم یافتہ افراد کے لیل و نہار میں بھی تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں' اگرچہ کاروبار اور "معاملات" میں ہیر پھیر حسب سابق چل رہا ہے' اس کو چھیڑا نہیں گیا۔

تحریکِ جعفریہ : ناکام ترین جماعت

دوسری انتہا پر دیکھا جائے تو ہمارے نزدیک ناکام ترین جماعت تحریک جعفریہ ہے۔ اس لئے کہ وہ فقہ جعفریہ کے نفاذ کا ہدف لے کر اٹھی تھی۔ چنانچہ اولاً اس کا نام ہی "تحریک نفاذِ فقہ جعفریہ" رکھا گیا تھا لیکن اسے اپنے اس بنیادی مقصد ہی سے پسپائی اختیار کرنی پڑی۔ چنانچہ پہلے "نفاذ" اور پھر "فقہ" کے الفاظ جماعت کے نام سے حذف کرنے پڑے۔ دراصل ابتدا ہی سے تحریک جعفریہ سے مقصد اور ہدف متعین کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک عام آدمی کو بھی معلوم ہے کہ پاکستان سنی اکثریت کا ملک ہے۔ یہ تو ہو سکتا ہے کہ کوئی کہے کہ یہاں شیعہ کا فیصد تناسب انتہائی کم ہے' جیسے سپاہ صحابہؓ کہہ رہی ہے کہ شیعہ ڈھائی فیصد ہیں' اور کوئی دوسرا کہہ دے کہ شیعہ ۲۵ فیصد ہیں' تاہم رہتے پھر بھی وہ اقلیت ہی میں ہیں۔ لہٰذا ایک سنی اکثریت کے ملک میں فقہ جعفریہ کے نفاذ سے زیادہ غیر منطقی اور غیر معقول بات کوئی نہیں ہو سکتی۔

سوال یہ ہے کہ اتنی بڑی غلطی کیوں ہو گئی؟ اہل تشیع کو فقہ جعفریہ کے نفاذ کا خیال کیسے آ گیا؟ دراصل ایران کے انقلاب سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ اب یہاں بھی ایرانی انقلاب کو درآمد (import) کیا جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ سوچ جن لوگوں کی بھی تھی' انتہائی مہلک' مضر اور جارحیت پر مبنی تھی۔ اس جارحیت کے ردعمل میں سپاہ صحابہؓ کا قیام عمل میں آیا۔ نیوٹن کے تیسرے قانون (third law) کی رو سے یہ ردعمل لازمی تھا۔ اور جب سپاہ صحابہؓ وجود میں آئی تو اس کے ردعمل کے طور پر سپاہ محمدؐ قائم ہو گئی۔ اور نتیجہ یہ سامنے آیا ہے کہ اب قتل و غارت کا ایک سلسلہ چل نکلا ہے۔ اگرچہ اس میں بیرونی ہاتھ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا لیکن ظاہر ہے کہ "باہر والے" اندر کے افراد ہی کے ذریعے یہ ناپاک کام کروا سکتے ہیں' تن تنہا خود کچھ نہیں کر سکتے۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ اہل تشیع کو حقیقت پسندانہ رویہ اپنانے پر آمادہ کیا جائے اور انہیں کہا جائے کہ وہ یہاں پاکستان میں وہی حیثیت قبول کرتے ہوئے جو ایران میں سینوں کو حاصل ہے' فقہی اختلاف کے حل کے لئے کے ایرانی فارمولا کے نفاذ پر راضی ہو جائیں۔ یعنی انہیں اس بات پر آمادہ کیا جائے کہ وہ "نفاذ فقہ جعفریہ" کے حصار سے نکل سکیں۔ بحمد اللہ وہ اب نکل بھی رہے ہیں کہ "نفاذ" کا لفظ تحریک جعفریہ نے اپنے نام سے حذف کر دیا ہے۔ لیکن اس میں ہمت مردانہ اور جرات رندانہ کی ضرورت ہے کہ وہ اگلا قدم بھی اٹھائیں۔ اور اس میں انہیں خاص طور پر بین الاقوامی حالات کی سنگینی کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ عالمی سطح پر نیو ورلڈ آرڈر جو اصلاً جیو ورلڈ آرڈر ہے' اس کا سیلاب آ رہا ہے۔ تقریباً پوری عرب دنیا کو فتح کیا جا چکا ہے۔ کچھ خطرہ صدام حسین (صدّام = صد + دام) سے تھا' اس کو امریکی سفیرہ گلاس پائی نے اپنی زلف گرہ گیر کے ہزار حلقی "دام" میں پھنسا لیا' چنانچہ اس کا بھرکس نکال دیا گیا اور اب وہ چوں و چرا ان کرنے کے قابل بھی نہیں رہا۔ باقی سارے عرب ممالک چاہے ان کے سربراہان نام کے اعتبار سے حسن ہوں یا حسین' سربسجود ہو چکے ہیں!

عالم عرب سے ادھر دیکھا جائے تو ایران کو فیصلہ کن ٹارگٹ قرار دیا جا چکا ہے۔ اس کے بعد افغانستان ہے۔ اس میں ابھی تک خانہ جنگی چل رہی ہے۔ پاکستان میں شیعہ سنی قتل و غارت ہو رہی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس صورت حال کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ اس سیلاب کو کیسے روکا جائے۔ اس کی واحد ممکنہ صورت یہ ہے کہ ایران' افغانستان اور پاکستان پر مشتمل ایک مضبوط بلاک بنے' جس میں جلد یا بدیر روسی ترکستان کی آزاد مسلمان ریاستیں بھی لازماً شامل ہو جائیں گی۔ یہی مسلم بلاک یہودیوں اور صیہونیوں اور امریکہ کے خواب کو بکھیر سکتا ہے ورنہ ایک ایک کر کے مسلمان ممالک کو زیر کر لیا جائے گا اور تاریخ میں یہ لکھا جائے گا کہ آپس کی ناچاقی کی وجہ سے مسلمانوں کو ختم کر دیا گیا۔ مسلمانوں کو تباہ اور غیر مستحکم کرنے کے لئے دشمنوں کے پاس ایک موثر ہتھیار شیعہ سنی فسادات اور مناقشت ہے۔ اب صورت حال یہ بن چکی ہے کہ ایران میں ۱۹۷۹ء سے اہل تشیع کی حکومت قائم ہے' اور وہاں Law of the Land (پبلک لاء) کی حیثیت فقہ

جعفریہ کو حاصل ہے۔ اور ادھر افغانستان میں طالبان کی کٹر سنی حنفی حکومت مستحکم ہو رہی ہے۔ طالبان جدید اصطلاح میں "enlightened" قسم کے اعلیٰ تعلیم یافتہ fundamentalists نہیں ہیں۔ یہ تو مدرسوں سے نکلے ہوئے آرتھوڈوکس یعنی کٹر حنفی سنی مسلمان ہیں۔ عالمی قوتوں کا پروگرام یہ ہے کہ اب ان کی حنفیت اور ایران کی جعفریت کو ٹکرا دیا جائے۔ آج افغانستان سے ایران بھی اسی لئے خطرہ محسوس کر رہا ہے۔ یہ چیز ہنٹنگٹن کے ان مشوروں کے عین مطابق ہے جو اس نے کچھ عرصہ قبل اپنے ایک مقالہ "Clash of Civilizations" میں دیئے تھے۔ فوکویاما نے کتاب لکھی تھی "End of History" یعنی تاریخ اپنے عروج کو پہنچ چکی۔ نوع انسانی جو بہترین نظام ہو سکتا تھا اس کو حاصل کر چکی اور وہ ہے ہمارا Western Secular Capitalistic Democratic System!۔

یہاں مجھے اگست ۱۹۸۰ء کا ایک اہم واقعہ یاد آ رہا ہے جس سے تحریک نفاذ فقہ جعفریہ کی ایک اور "ناکامی" سامنے آتی ہے۔ یادش بخیر مرحوم جنرل ضیاء الحق نے پہلا علماء کنونشن ۲۰/ اگست کو منعقد کرنے کا اعلان کیا تو اس میں مجھے بھی شرکت کی دعوت دی گئی۔ میں نے معذرت ارسال کر دی کہ میرا امریکہ کا سفر پہلے سے طے شدہ ہے۔ چنانچہ عین ۲۰/ ہی کی رات کو کراچی سے امریکہ کے لئے میری سیٹ بک ہے اور وہاں پروگرام بن چکے ہیں۔ اسی روز رات کو فون آ گیا کہ ۱۸ تاریخ کو ہم ایک اور میٹنگ کر رہے ہیں جس میں اس کنونشن کو کیسے کنڈکٹ (conduct) کیا جائے اس کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اس میں تو آ جاؤ! تو میں چلا گیا۔ اس میں سویلین صرف چار تھے' یعنی جسٹس تنزیل الرحمٰن صاحب' حافظ احمد یار صاحب' پیر کرم شاہ صاحب اور راقم الحروف۔ باقی ساری ٹاپ ملٹری براس تھی' جس میں اہل تشیع بھی تھے اور اہل تسنن بھی۔ وہاں زکوٰۃ آرڈی نینس پر بحث ہوئی تو میں نے کہا تھا خدا کے لئے آپ اپنا پورا زکوٰۃ آرڈی نینس واپس لے لیجئے لیکن شیعہ سنی کی تفریق نہ کیجئے۔ میری دلیل یہ تھی کہ زکوٰۃ صرف ٹیکس نہیں' بلکہ عبادت ہے۔ عبادت پرسنل لاء میں آئے گی۔ اس لئے یہ ہرگز درست نہیں کہ اہل تشیع زکوٰۃ نہ دیں اور اہل تسنن دیں۔ یہ تو ملت کو تقسیم کرنا ہے۔ لیکن کیا یہی مطالبہ تحریک نفاذ فقہ

جعفریہ نہیں کر سکتی تھی کہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے ضمن میں امت کے تمام مکاتب فکر اور مدارس فقہ کو بالکل آزاد چھوڑ دیا جائے کہ یہ پرسنل لاء کے ذیل میں آتی ہے۔ لیکن انہوں نے صرف اہل تشیع کے لئے استثناء حاصل کرنے پر اکتفا کیا۔ لہٰذا جو کامیابی اسے حاصل ہوئی وہ منفی نوعیت کی ہوئی کہ اس سے امت تقسیم ہو گئی۔

جماعت اسلامی ناکامیوں کی راہ پر

اب ہم ان دو انتہاؤں کے مابین جماعت اسلامی کا تجزیہ کرتے ہیں۔ تبلیغی جماعت کے علاوہ اہل سنت کی "جماعت" صرف ایک ہے' اور وہ جماعت اسلامی ہے۔ باقی سب خالص فرقہ وارانہ جمعیتیں ہیں جو دیوبندی' بریلوی' اہلحدیث مکاتب فکر پر مشتمل ہیں۔ (تحریک جعفریہ کا علیحدہ تذکرہ پہلے ہی کیا جا چکا ہے) ہمارے نزدیک جماعت اسلامی ایک انتہائی ناکام جماعت ہے' بلکہ حقیقت واقعی کے اعتبار سے یہ مر چکی ہے۔ اور اس پر فانی کا یہ شعر صادق آ رہا ہے کہ ؎

دیکھ فانی وہ تری تدبیر کی میت نہ ہو
اک جنازہ جا رہا ہے دوش پر تقدیر کے

میرے جذبات کی شدت و حدت کی وجہ یہ ہے کہ یہ واحد جماعت ہے جس کی تاسیس خالص اصولی اسلامی انقلابی جماعت کے طور پر ہوئی تھی۔ جماعت اسلامی کے ساتھ یہ تین صفاتی الفاظ بہت اہم ہیں۔ یعنی :

۱۔ اصولی' یہ اصولی جماعت ہے' فرقہ وارانہ جماعت نہیں ہے۔
۲۔ انقلابی' یہ انقلابی جماعت ہے جو پورے نظام کو بدلنے کا داعیہ لے کر اٹھی تھی۔
۳۔ اسلامی' یہ اسلامی جماعت ہے' کسی خاص فقہ کے نفاذ کے لئے قائم نہیں ہوئی۔ یہ کسی خاص مکتبہ فکر (school of thoght) کو ترقی دینے کے لئے نہیں بنی۔

چنانچہ جماعت نے اپنے دستور میں "لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ" کے عقیدے کی جو تشریح کی ہے' ہمارے نزدیک اس کی اس سے زیادہ صحیح تعبیر شاید مشکل ہو۔ جماعت اسلامی انقلابی جماعت ہونے کی وجہ سے ہی تحریک مسلم لیگ سے علیحدہ ہوئی۔

ورنہ ایک زمانے میں مسلم قومیت (Muslim Nationhood) پر سب سے زیادہ زور مولانا مودودی ہی دیا کرتے تھے۔ مسئلہ قومیت پر ان کی معرکتہ الاراء کتاب کے علاوہ "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش (حصہ اول و دوم)" کا اکثر مسلم لیگی حضرات اپنے مسلم قومیت کے تصور کے حق میں حوالہ دیتے تھے۔ البتہ حصہ سوم میں انہوں نے مسلم قومیت کے تصور پر ضرب لگائی۔ انہوں نے کہا مسلمان اصلاً ایک قوم نہیں ہیں بلکہ ایک "حزب" اور "امت" ہیں' کیونکہ قوم نسل یا زبان کے اشتراک سے وجود میں آتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں "قوم" کا لفظ اسی معنی میں آیا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام نے کہا: ﴿ یقوم اعبدوا اللہ ﴾ "اے میری قوم اپنے رب کی عبادت کرو"

اسی طرح مسلمانوں کے لئے قرآن مجید میں "امت" اور "حزب" کے الفاظ آئے ہیں' نہ کہ "قوم" کے۔ چنانچہ فرمایا: ﴿ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس ﴾ (آل عمران: ۱۱۰) اور ﴿ اولئک حزب اللہ' الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ۝ ﴾ (المجادلہ: ۲۲) اور "فان حزب اللہ ھم الغلبون ۝ ﴾ (المائدہ: ۵۶)

نظری و فکری اہداف و مقاصد کے اعتبار سے ہماری حالیہ تاریخ میں جماعت اسلامی سے اونچی کوئی تحریک نہیں اٹھی۔ لیکن قیام پاکستان کے بعد جماعت اسلامی غلط موڑ مڑ گئی۔ اور مولانا مودودیؒ سے ہمالیہ جیسی غلطی سرزد ہوئی کہ انہوں نے ۵۱ء میں انتخابات پنجاب میں حصہ لے کر اسلام کو پارٹی ایشو بنا دیا۔ ظاہر ہے کہ جب اسلام پارٹی ایشو بن گیا تو اس کا مطلب یہ تھا کہ جماعت اسلامی کے لوگوں کے علاوہ باقی جماعتوں کے حلقہ بگوش عوام جماعت اسلامی کی حمایت نہیں کریں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ان انتخابات میں جماعت اسلامی نے ۴۰ سیٹوں پر کامیابی کی توقعات وابستہ کیں لیکن ایک نشست پر بھی کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ گویا قوم نے چاروں شانے چت نیچے گرا دیا۔ اگر اسلام کو جماعتی مسئلہ نہ بنایا جاتا اور انتخابات کی بجائے مطالباتی' احتجاجی اور انقلابی راستے سے جدوجہد جاری رکھی جاتی تو عوام یقیناً جماعت کا ساتھ دیتے جیسا کہ مطالبہ دستور اسلامی کی جدوجہد میں انہوں نے جماعت کی حمایت کی تھی' اور اس عوامی حمایت کی بدولت قرارداد مقاصد منظور ہوئی تھی۔

انتخابات پنجاب میں ناکامی کے بعد اپنی سیاسی پالیسی پر نظرثانی کی ضرورت تھی' لیکن اس ضرورت کا احساس نہیں کیا گیا اور رفتہ رفتہ جماعت کا معیار گرتا چلا گیا' تا آنکہ آج جہاں تک پہنچا ہے اس کا الزام صرف قاضی حسین احمد صاحب کی قیادت کو نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ جماعتی معیار تدریجاً گرا ہے۔ ایک مسلسل پراسس سے ہوتے ہوئے یہاں تک پہنچا ہے۔ مثلاً ۱۹۵۱ء میں اس موقف کے ساتھ الیکشن لڑا گیا تھا کہ امیدواری حرام اور پارٹی ٹکٹ لعنت ہے۔ لیکن بعد میں امیدواری بھی "حلال" ہو گئی اور پارٹی ٹکٹ کی لعنت بھی "رحمت" بن گئی۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ قاضی حسین احمد صاحب نے اس معیار کو بہت زیادہ گرا دیا ہے۔ اور یہ تو ہونا ہی تھا' اس لئے کہ اگر کہیں کسی ایک بات سے انحراف (deviation) ہو اور اس کو روکا نہ جائے تو لازماً دوسرے امور سے بھی انحراف ہو گا۔

پیشہ ورانہ مذہبی جمعیتیں

جماعت اسلامی کے انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں داخل ہونے اور ناکام ہونے کے بعد رہی سہی کسر دیگر دینی جماعتوں نے پوری کر دی۔ ان کے ارباب حل و عقد نے سوچا کہ جماعت اسلامی تو جمعہ جمعہ آٹھ دن کی پیداوار ہے۔ وہ تو ۱۹۴۰ء میں قائم ہوئی۔ اب (۱۹۵۱ء) تک اسے صرف گیارہ برس ہوئے ہیں' اس لئے یہ ناکام ہو گئی ہے۔ لیکن ہم بریلویوں اور دیوبندیوں کی تو سو سو برس کی تاریخ ہے۔ اس لئے ہمیں الیکشن میں حصہ لے کر زور آزمائی کرنی چاہئے کیونکہ ؎

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نا ہم بھی سیر کریں کوہ طور کی!

چنانچہ اب بریلوی' دیوبندی اور اہلحدیث بھی "کوہ طور کی سیر" کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ اور انہوں نے بھی انتخابی سیاست کے میدان میں چھلانگ لگا دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اب اسلام ایک نہیں رہا بلکہ چار ہو گئے۔ چنانچہ اب دیوبندیت اور بریلویت اور اہلحدیثیت کے نام پر ووٹ مانگے گئے۔ ظاہر ہے کہ اسلام کے نام پر ووٹ مانگنے کے لئے ہر

فرقہ کو یہ کہنا پڑا کہ صرف ہمارا اسلام حقیقی ہے باقی سب نقلی ہیں۔ اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ فرقہ وارانہ کشیدگی کی موجودہ شدت وحدت انتخابی سیاست میں حصہ لینے کا منطقی نتیجہ ہے۔ ورنہ ہندوستان میں بھی مختلف مکاتب فکر کے مسلمان اور فرقے موجود ہیں۔ دیوبندی اور بریلوی بھی ہیں اور شیعہ اور سنی بھی' لیکن ان میں اس قدر کشیدگی اور تلخی نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ بلیاں تب ہی لڑیں گی جب انہیں چھیچھڑے دکھائی دیں گے۔ انڈیا میں مسلمانوں کو اقتدار کے چھیچھڑے نظر ہی نہیں آتے۔ انہیں معلوم ہے کہ ہمارے لئے روڈ "بلاک" ہے۔ یہاں اقتدار کے "چھیچھڑے" ہیں۔ یہاں سب کو نظر آتا ہے کہ ہم سینیٹر بن سکتے ہیں' وزیر بن سکتے ہیں' ایم این اے اور ایم پی اے بن سکتے ہیں۔ اس چیز نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔

جماعت اسلامی اور تبلیغی جماعت کے علاوہ باقی سب جمعیتیں ہیں۔ یعنی اولاً میں انہیں جماعتیں ہی نہیں مانتا۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ ان کے اکابرین نے بھی انہیں "جمعیت" ہی کہا ہے۔ دوسرے یہ کہ میں انہیں صرف مولویوں کی ٹریڈ یونینز سمجھتا ہوں۔ یہ سوائے پروفیشنلزم کے اور کچھ نہیں ہے۔ اس لئے کہ بدقسمتی سے ہم نے مذہب کو پیشہ (profession) بنالیا ہے۔ دین کے بعض سماجی معاملات کی ادائیگی کو علماء کے ساتھ مختص کر دیا ہے حالانکہ اسلام میں اسی طرح کے کسی "مذہبی پروفیشن" کا کوئی تصور نہیں ہے۔ اس کی تعلیم تو یہ ہے کہ ہر مسلمان کو اس قابل ہونا چاہئے کہ وہ نماز پڑھا سکے' اپنی بچی کا نکاح خود پڑھائے' اپنے باپ کا جنازہ خود پڑھائے۔ اگر مذہب کو پیشہ بنایا جائے گا تو لازماً یہی ہوگا جو آج ہمارے ہاں ہو رہا ہے۔ مسجدوں کے اوپر بریلوی' دیوبندی' وہابی کے تجارتی نشان (trade mark) لگیں گے کہ یہ فلاں کی مسجد ہے' یہ فلاں کی ہے۔ یہ مسجد غوثیہ ہے' اس کے قریب کوئی وہابی نہ پھٹکے۔ اور اسی طرح اذان میں اضافہ ہوگا تاکہ کوئی وہابی مسجد میں داخل ہی نہ ہو اور جھگڑے کی بنیاد ہی نہ پڑے۔ ان "ٹریڈ یونینوں" نے انتخابات میں حصہ لیا تو بری طرح ناکام ہو گئیں۔ اور یوں اس غلطی کی شدت میں مزید اضافہ ہوتا چلا گیا' جس کی بنیاد جماعت اسلامی نے انتخابات پنجاب ۵۱ء میں حصہ لے کر رکھی تھی۔ دراصل قیام پاکستان سے قبل ان جمعیتوں کی سیاسی اعتبار سے کوئی حیثیت تھی

ہی نہیں۔ اس لئے کہ تحریک پاکستان اور جہاد آزادی کے زمانے میں یہ تمام جمعیتیں محض کانگریس یا مسلم لیگ کی حلیف تھیں۔ جمعیت علمائے ہند کانگریس کی حلیف تھی اور جمعیت علماء اسلام مسلم لیگ کی ضمیمے کی حیثیت رکھتی تھی۔

قیام پاکستان کے کچھ عرصہ بعد ان جمعیتوں نے اپنے آپ کو منظم کیا اور اپنے اپنے پلیٹ فارم سے الیکشن لڑنے شروع کئے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جب ایک ہی حلقے میں مختلف جمعیتوں کے امیدوار آمنے سامنے آئے تو اسلامی ذہن رکھنے والا ووٹ بینک تقسیم ہو گیا۔ یہ "جمعیتیں" ناکام اور سیکولر قوتیں کامیاب ہوتی رہیں۔ یہ بڑی تلخ داستان ہے ؎

یہ گلہ جفائے وفا نما جو حرم کو اہل حرم سے ہے
جو میں بت کدے میں بیاں کروں تو صنم بھی بولے ہری ہری

دینی جماعتیں' کامیابی کے دو پہلو

یہ تجزیہ بھی کیا جانا ضروری ہے کہ دینی جماعتوں اور جمعیتوں کی مجموعی مساعی کے دو کامیابی کے پہلو بھی ہیں۔ ان کا' خاص طور پر جماعت اسلامی کا' یہ دعویٰ بجا ہے کہ ہم چاہے اس ملک میں اسلام نہیں لا سکے لیکن ہم نے کھلم کھلا سیکولرازم کو بھی جڑیں مستحکم کرنے نہیں دیا۔ اگر ہم انتخابی میدان میں مقابلہ نہ کرتے تو میدان خالی ہونے کی صورت میں یہاں کبھی کا عریاں سیکولرازم آچکا ہوتا۔ میرے نزدیک یہ چاہے منفی کامیابی ہے' لیکن میں کھلے دل سے تسلیم کرتا ہوں کہ آج سے چند سال پہلے تک یہ دعویٰ صحیح تھا۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ اب یہ سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اس لئے کہ "چند سال پہلے" پھر بھی ان جماعتوں کی کچھ نہ کچھ حیثیت ضرور تھی' لیکن اب تو ان کا مجموعی اثر و رسوخ بھی اس معاشرے کے اندر بہت کم ہو چکا ہے۔

دینی قوتوں کا تدریجی زوال توقع کے عین مطابق ہے۔ اس لئے کہ جب آپ نہ ادھر چلیں نہ ادھر چلیں' یعنی نہ تو اسلام کی طرف کوئی پیش رفت ہو رہی ہو اور نہ سیکولرازم کی طرف' تو یہ کیفیت جمود کی ہے اور جمود ہمیشہ مہلک ہوتا ہے۔ آپ خواہ کفر کی طرف چلیں' چلیں تو سہی۔ متحرک رہنے میں کامیابی کے امکانات زیادہ ہوتے ہیں۔ "حرکت میں برکت

ہے"۔ حضرت علیؓ کا قول ہے : "الملک یبقی مع الکفر ولا یبقی مع الظلم" یعنی "کفر پر مبنی حکومت تو باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم پر مبنی حکومت باقی نہیں رہ سکتی"۔ چنانچہ آج کفر پر بھی آخر پوری دنیا چل ہی رہی ہے۔ اور دنیوی ترقی کر رہی ہے۔ اور اگر حرکت اسلام کی طرف ہو جائے تو کیا کہنے! یہ تو "نور علی نور" والا معاملہ ہو جائے۔ لیکن نہ ادھر جانا نہ ادھر جانا' یہ معاملہ زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ مذہبی جماعتوں کے طرز عمل سے جو جمود اور ٹھہراؤ پیدا ہوا خواہ اسے یہ اپنی کامیابی سمجھتی رہیں' لیکن حقیقت میں اس چیز نے پاکستان کی نظریاتی جڑیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ اور جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ اب وہ بریک بھی کھل چکا ہے جسے یہ حضرات اب تک اپنی کامیابی قرار دیتے رہے ہیں۔

دینی جماعتوں کی بظاہر دوسری بڑی کامیابی یہ ہے کہ انہوں نے ہر تخریبی تحریک کو تقویت پہنچا کر کامیاب کرایا ہے۔ تخریب سے ہماری مراد تخریب کاری نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کرسی اقتدار پر بیٹھے ہوئے شخص کی ٹانگ گھسیٹنے یعنی حکومت کو گرانے میں موثر کردار علماء کرام اور دینی تحریکوں نے ادا کیا ہے۔ چنانچہ ایوب خان کے خلاف "بحالی جمہوریت" کی تحریک اور PNA کی اینٹی بھٹو تحریک میں بھی اگرچہ سیکولر اور مذہبی دونوں قسم کی جماعتیں شامل تھیں' لیکن ان کی کامیابی میں فیصلہ کن اور موثر رول علماء اور مذہبی جماعتوں ہی کا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت کے خلاف عوامی رائے کو منظم کرنے کے لئے دینی جماعتوں اور علمائے کرام کے پاس "مسجد" کا موثر پلیٹ فارم ہے۔ مسجد کے منبر سے اگر وہ کسی حکمران کے خلاف آواز اٹھائیں تو وہ چاہے ایوب خان جیسا آمر ہی کیوں نہ ہو' اس کا توڑ نہیں کر سکتا' خواہ وہ تمام ذرائع اور وسائل استعمال کر لے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی حکومت کے خلاف کوئی تحریک چلتی ہے تو اس میں دینی جماعتوں کی شمولیت کو لازمی خیال کیا جاتا ہے' کہ ع

بنتی نہیں ہے بادہ و ساغر کہے بغیر!

صاف ظاہر ہے کہ کسی احتجاجی تحریک میں محض "جمہوریت شریف" کے لئے کوئی جان دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس میں لازمی طور پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام لینا پڑتا ہے۔

پس چہ باید کرد

حالیہ انتخابات کے نتیجے میں ہمارے ملک میں پیدا شدہ صورتحال سے واضح ہو گیا ہے کہ موجودہ انتخابی سیاست کے میدان میں دینی جماعتیں تقریباً ایل بی ڈبلیو ہو چکی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ مسلم لیگ کی گود میں بیٹھ کر عبدالستار نیازی صاحب کی جمعیت علماء پاکستان، پروفیسر ساجد میر صاحب کی جمعیت اہلحدیث یا علامہ ساجد نقوی کی تحریک جعفریہ کوئی جزوی فائدہ اٹھالیں لیکن اپنی ذاتی حیثیت میں وہ زیرو ہو چکی ہیں۔ اور جن لوگوں نے حالیہ انتخابات کا بائیکاٹ کیا یعنی جمعیت علماء پاکستان (نورانی گروپ) اور جماعت اسلامی، وہ تو ویسے ہی ایوان ہائے اقتدار سے بالکل منقطع ہو چکی ہیں۔

اس صورتحال میں یہ امید بھی پیدا ہوتی ہے کہ اس تنزل پر پہنچ کر ان لوگوں کی آنکھیں کھل جائیں اور ع "درد کا حد سے گزرنا ہے دوا ہو جانا" والا معاملہ بن جائے۔ ہو سکتا ہے کہ "میرا کلام نرم و نازک" ان پر اثر کر دے۔ اور میری تلخ نوائی انہیں اپنے لائحہ عمل پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دے۔ بلکہ مجھے یقین ہے کہ اب انہیں لازماً سوچنا ہی ہوگا۔ اگر ایسا ہو جائے تو ان کی خدمت میں تجویز کے طور پر دو باتیں عرض کرنا ہیں :

پہلی بات یہ ہے کہ دینی جماعتوں کے کرنے کا اصل کام کیا ہے؟ اس سوال کا جواب قرآن حکیم کی یہ آیت ہے کہ :

﴿ ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ويامرون بالمعروف وينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون ○ ﴾

"تم سے ایک ایسی جماعت وجود میں آنی چاہئے (یا تم میں ایک جماعت تو ایسی ضروری ہونی چاہئے) جو نیکی کی دعوت دے خیر (اور بھلائی کے کاموں) کا حکم دے اور بدی سے روکے۔ یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں"۔

گویا خیر و بھلائی کی دعوت اور برائی اور منکرات سے روکنا تمام مسلمانوں کی اور خاص طور پر علماء کرام کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ بنی اسرائیل کے علماء کے بارے میں قرآن حکیم میں سرزنش کے انداز میں فرمایا گیا :

﴿ لولا ینھاھم الربانیون والاحبار عن قولھم الاثم واکلھم السحت.... ﴾ (المائدہ : ٦٣)

"کیوں نہیں روکا ان کو ان کے مشائخ اور علماء نے جھوٹ بات کہنے اور حرام خوری سے"۔

اس ذمہ داری کی ادائیگی کیسے کی جائے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے نہی عن المنکر کرنے کے ساتھ ساتھ یہ کوشش ہوتی رہنی چاہئے کہ فدائین کی ایک جماعت تیار ہو جو پہلے اپنی ذات اور اپنے خاندان پر اللہ کا دین نافذ کر چکے ہوں اور پھر سر پر کفن باندھ کر احیائے خلافت اور اسلامی انقلاب کے لئے جانیں دینے کو تیار ہوں۔ جب مناسب جمعیت ہاتھ آجائے تو یہ لوگ بنیان مرصوص بن کر برائی کو روکنے کے لئے گھروں سے نکل کر میدان میں آجائیں اور باطل اور غیر اسلامی حکومت کو للکاریں کہ "اب ہم یہ حرام کام نہیں ہونے دیں گے"۔ لیکن حکومت کے خلاف احتجاجی تحریک میں جلاؤ اور توڑ پھوڑ نہیں ہونا چاہئے۔ کسی کی جان و مال اور عزت و آبرو کو کوئی نقصان نہیں پہنچنا چاہئے۔ بلکہ یہ گھیراؤ مکمل طور پر پرامن ہونا چاہئے جیسا کہ ماضی میں اہل تشیع کے ۱۵۰،۰۰۰ افراد نے زکوٰۃ سے استثناء حاصل کرنے کے لئے پارلیمنٹ کا گھیراؤ کیا تھا۔ غرض یہ احتجاج گاندھی کے عدم تعاون سے شروع ہو اور خمینی کی غیر مسلح بغاوت پر منتج ہو۔

یہ ہے اسلامی انقلاب کا صحیح راستہ۔ آج کے دور میں اسلامی انقلاب اسی طریقہ سے برپا کیا جائے گا۔

دوسرا کام' جو فوری نوعیت کے کرنے کا ہے' یہ ہے کہ ہمیں سفرو ہیں سے شروع کرنا چاہئے جہاں یہ سلسلہ رک گیا تھا' یعنی ۴۸ء سے ۵۰ء کے زمانے سے۔ اسی متفق علیہ اسلامی دستور سے جس کے بنیادی اصول ۱۹۵۰ء میں مختلف مکاتب فکر کے ۳۱ علماء نے وضع کئے تھے' اسی کی تشکیل کے لئے جدوجہد کی جائے' اس کے لئے منظم تحریک چلائی جائے۔ شیعہ سنی مسئلہ کے حل کے لئے اکثریتی فقہ کے نفاذ کے ایرانی فارمولا پر عمل کیا جائے۔ تمام رجال دین کندھے سے کندھا ملا کر اٹھ کھڑے ہوں اور برملا آواز اٹھائیں کہ ہم سیکولرازم کو ہرگز نہیں مانیں گے۔ ہمیں امریکہ اور IMF کی غلامی نہیں چاہئے۔ ہمیں

صرف اور صرف اسلام چاہئے۔ اس لئے دستور میں قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی کی ترمیم کی جائے۔

دستور میں ترامیم کا یہی مطالبہ لے کر ہم کھڑے ہوئے ہیں۔ اصولی طور پر ہمارا مطالبہ کسی خاص جماعت کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمانوں کا مطالبہ ہے۔ چنانچہ ہم نے مجوزہ دستوری ترامیم کے مطالبے پر مشتمل جو پوسٹ کارڈ اور ٹیلی گرام میاں نواز شریف کو بھیجنے کے لئے شائع کئے ہیں' ان پر کسی تنظیم کا نام بھی نہیں لکھا۔ دراصل اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں چند چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے قرارداد مقاصد کو عملاً کالعدم کر کے رکھ دیا ہے۔ لہٰذا حکومت سے ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ

اولاً : قرارداد مقاصد سے متصادم چیزوں کو یا تو دستور سے خارج کر دیا جائے یا یہ طے کر دیا جائے کہ ترجیح اول اور بالادستی قرارداد مقاصد کو حاصل رہے گی۔

ثانیاً : دستور کی دفعہ ۲ میں شق (ب) کا اضافہ کیا جائے کہ پاکستان میں وفاقی' صوبائی' کسی بھی سطح پر کتاب و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں کی جاسکے گی۔ اگرچہ دستور میں آرٹیکل ۲۲۷ موجود ہے جس کی رو سے یہاں کتاب و سنت کے منافی کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی' لیکن کسی قانون کو کتاب و سنت کے منافی قرار دلوانے کے لئے جو ادارہ (اسلامی نظریاتی کونسل) قائم کیا گیا ہے وہ ایک غیر موثر اور بے اختیار ادارہ ہے' جس کی سفارشات اور رپورٹوں سے الماریاں بھر چکی ہیں' لیکن ان پر اب تک کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ اس کے بجائے دستور کی دفعہ ۲ میں شق (ب) کا مجوزہ اضافہ کر دیا جائے تو یہ معاملہ موثر انداز میں طے ہو سکتا ہے۔

ثالثاً : فیڈرل شریعت کورٹ کے دائرہ کار سے جو استثناء دستور پاکستان' مسلم پرسنل لاء اور پروسیجرل لاز کو دیا گیا ہے اسے ختم کیا جائے۔ ضیاء الحق صاحب نے جو فیڈرل شریعت کورٹ قائم کی تھی وہ صحیح سمت میں ایک درست قدم تھا۔ اس لئے کہ قانون سازی اگرچہ اسمبلی ہی کا کام ہے لیکن یہ طے کرنا کہ کہیں کسی معاملے میں کتاب و سنت سے تجاوز تو نہیں ہو گیا' یہ اسمبلی کا کام نہیں۔ کیونکہ وہاں عالم تو بیٹھے ہوئے نہیں ہیں۔ چنانچہ ایسے معاملات فیڈرل شریعت کورٹ کے سپرد ہونے چاہئیں جہاں علماء اور

ماہرین قانون آکر اپنے دلائل دیں۔ یہ مسئلہ ٹیکنیکل بھی ہے اور اکیڈمک بھی۔ اگر فیڈرل شریعت کورٹ یہ فیصلہ کر دیتی ہے کہ فلاں قانون یا اس کی فلاں شق کتاب و سنت کے منافی ہے تو اب متبادل قانون سازی پارلیمنٹ کرے گی' نہ کہ فیڈرل شریعت کورٹ۔ میرے نزدیک یہ بالکل درست طریق کار ہے۔

یہ طریق کار تب ہی مفید ہو سکتا ہے جب فیڈرل شریعت کورٹ پر کوئی بندشیں عائد نہ ہوں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں فیڈرل شریعت کورٹ کے اوپر ابھی تک تین بندشیں لگی ہوئی ہیں۔ آغاز میں یہ چار تھیں' جن میں سے ایک یعنی مالیاتی معاملات کی بندش معینہ مدت کے بعد کھل گئی تو فیڈرل شریعت کورٹ نے اپنے فیصلے میں بینک انٹرسٹ کو ربا قرار دے دیا۔ لیکن ابھی تک دستور پاکستان' پروسیجرل قوانین اور مسلم پرسنل لاز یعنی عائلی قوانین اس عدالت کے دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ایوب خان کے نافذ کردہ عائلی قوانین جن کی بعض دفعات کے بارے میں تمام مکاتب فکر کے علماء کا اتفاق ہے کہ یہ قرآن و سنت کے منافی ہیں' ان کے بارے میں وفاقی شرعی عدالت کوئی بات نہیں کر سکتی' حالانکہ یہ عائلی قوانین بہت بڑی خرابی اور پیچیدگی کا سبب بن رہے ہیں۔ مثال کے طور پر کسی شخص نے جو خود حنفی ہے' اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دیں تو فقہ حنفی کی رو سے تو طلاق مغلظ ہو گئی جس سے رجوع نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے برعکس موجودہ عائلی قوانین کی رو سے ۹۰ دن گزرنے کے بعد طلاق موثر ہوتی ہے اور اس مدت کے اندر اندر طلاق واپس لی جا سکتی ہے۔ اب طلاق یافتہ عورت یہ سمجھ کر کہ اسے طلاق مغلظ ہو گئی ہے' اپنی عدت پوری کر کے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر لیتی ہے تو ملکی قانون کی رو سے اس پر حدود کا مقدمہ دائر کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ ملکی قانون کا تقاضا ہے کہ پہلے وہ عورت تو ۹۰ دن تک طلاق کے موثر ہونے کا انتظار کرے اور پھر اس کے بعد عدت کی مدت گزارے' تب کسی دوسرے مرد سے شادی کرے۔ تو یہ عائلی قوانین اتنی بڑی خرابی کا موجب بن رہے ہیں۔ میں نے تجویز کیا تھا کہ نکاح کے وقت نکاح نامہ میں یہ تعین ہو جانا چاہئے کہ یہ شادی کس فقہ کے تابع ہو رہی ہے۔ بالفرض اگر ایک سنی لڑکے کی شادی شیعہ لڑکی سے ہو رہی ہے تو نکاح نامہ میں طے کر دیا جائے کہ اس شادی کا معاملہ فقہ جعفریہ کے

مطابق ہو گا یا فقہ حنفی کے مطابق۔ یعنی اگر لڑکے اور لڑکی کے مسلک مختلف ہیں تو ان میں سے ایک کو قربانی دینی ہو گی۔

رابعاً : ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی شرائط ملازمت' جو اس وقت کم تر سطح پر رکھی گئی ہیں' انہیں ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے ججوں کے مساوی مستحکم بنایا جائے' تاکہ وہ اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہر قسم کے دباؤ سے مکمل طور پر آزاد ہوں۔

خامسا : فیڈرل شریعت کورٹ نے جو فیصلہ بینک انٹرسٹ کے "ربا" ہونے کے ضمن میں دیا تھا اس کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر کردہ اپیل واپس لی جائے اور متبادل معاشی نظام کی تیاری کے لئے شریعت کورٹ سے ایک سال کی مہلت مانگ کر جلد از جلد غیر سودی معاشی نظام نافذ کیا جائے۔

اقول قولی ہذا واستغفراللہ لی ولکم ☆☆

علامہ شبیر بخاری کی تنظیم اسلامی میں شمولیت

علامہ شبیر بخاری نے جو لاہور کے دینی' علمی اور ادبی حلقوں میں ایک بزرگ اور قابل احترام ماہر تعلیم' پختہ دینی مزاج رکھنے والے دانشور اور ایک کہنہ مشق صحافی کے طور پر پہچانے جاتے ہیں' ۲۰/ مئی کو باضابطہ طور پر تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ علامہ صاحب اس سے قبل محترم ڈاکٹر صاحب کی دعوت پر مرکزی انجمن کے تحت منعقد ہونے والے سالانہ محاضرات قرآنی میں باقاعدگی سے شریک ہوتے اور محاضرات کی مختلف نشستوں میں قابل قدر مقالات پیش فرماتے رہے ہیں۔ رفقاء و احباب کی دلچسپی کے لئے علامہ صاحب کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

علامہ بخاری صاحب کی ولادت ۱۹۲۰ء میں چونیاں ضلع قصور میں ہوئی۔ حصول تعلیم کے ضمن میں علی گڑھ یونیورسٹی اور پنجاب یونیورسٹی سے استفادہ کیا۔ تاریخ اور اردو میں ایم اے کرنے کے علاوہ بی ٹی کا امتحان بھی پاس کیا۔ بعد ازاں تعلیم و تدریس کے شعبے سے منسلک ہوئے اور اس شعبے میں اہم انتظامی مناصب پر بھی فائز رہے۔ ان مناصب میں قابل ذکر حسب ذیل ہیں : ڈائریکٹر تعلیمات پنجاب' ڈائریکٹر اشاعت و تحقیق پنجاب' ڈائریکٹر مناہج الدراسہ مغربی پاکستان' مشیر تعلیمات (اوقاف) مغربی پاکستان' رکن چانسلرز کمیٹی بہاولپور یونیورسٹی و ملتان یونیورسٹی۔ ان اہم انتظامی مناصب کے علاوہ علامہ صاحب متعدد علمی تحقیقی اداروں مثلاً اردو اکادمی' قومی تعلیمی کونسل پاکستان اور پاکستان رائٹرز گلڈ کے ساتھ بھی بھرپور طور پر وابستہ رہے۔ آج کل علامہ موصوف اپنی پیرانہ سالی کے باوجود تن تنہا ایک سہ ماہی علمی تحقیقی جریدہ "فکر" باقاعدگی سے نکال رہے ہیں جو ان کی جواں ہمتی کی نمایاں دلیل ہے۔ علامہ صاحب کی تنظیم اسلامی میں شمولیت ہمارے لئے باعث مسرت و افتخار ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ علامہ موصوف کی علمی و فکری صلاحیتیں تنظیم اسلامی اور تحریک خلافت پاکستان کے کام کو آگے بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوں گی۔

اُمّتِ مسلمہ کی عمر

اور

مستقبل قریب میں مہدی کے ظہور کا امکان

امین محمد جمال الدین

شعبہ دعوت وثقافت' دعوت اسلامی کالج' جامعہ الازہر

کی معرکۃ الآراء کتاب "عمر امۃِ الاسلام وقرب ظہور المہدی"

کا اردو ترجمہ

مترجم : پروفیسر خورشید عالم' قرآن کالج لاہور

مقدّمہ

- اس کتاب میں خون ریز جنگوں کی قربت اور ان آخری فتنوں کا بیان ہے جو اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس دنیا کی زندگی ختم ہونے کو ہے اور قیامت آنے ہی والی ہے۔
- اس کتاب میں کتاب وسنت کے صحیح دلائل' ٹھوس اور واضح آثار کو بطور سند پیش کیا گیا ہے۔
- یہ کتاب اہل کتاب یعنی یہود ونصاریٰ کے کلام کو مانوس بنا کر اس کو بطور دلیل پیش کرتی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ان سے روایت کی اجازت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل سے روایت کرو' اس میں کوئی حرج نہیں : "حدِّثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج "{1}
- موجودہ واقعات بھی اس کی تائید کرتے ہیں اور ان میں عجیب یگانگت پائی جاتی ہے۔
- مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوا کہ بہت سے لوگ اس موضوع سے ناآشنا ہیں حالانکہ اہل کتاب

کے عوام بھی اس کا علم رکھتے ہیں۔ وہ تو ایک گانا گاتے رہتے ہیں جس کا عنوان ہے "O 'Jesus Come" (اے مسیح آجاؤ!) یعنی وہ مسیح کے منتظر ہیں بلکہ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ جلدی آجاؤ! مگر ہم بے خبر ہیں۔ چنانچہ میں نے کتاب لکھنے کا ارادہ باندھا۔ پیش نظر یہ تھا کہ جس قدر ممکن ہو مختصر لکھا جائے تاکہ اسے سمجھنے میں بھی آسانی ہو اور اس کی اشاعت بھی آسانی سے ہو جائے۔ تمنا یہی تھی کہ اس کا نفع عام ہو جائے۔ کتاب کا ہے کو ہے بے خبروں کو خبردار کرنے کے لئے' سوئے ہوؤں کو جگانے کے لئے اور بے راہروؤں کو راہ پر لانے کے لئے ایک پیغام ہے۔ لوگ خواہ دنیادار ہوں یا دین دار' اللہ ان پر رحم کرے' سب غافل ہیں۔ دنیادار تو اپنی گمراہی میں بھٹک رہے ہیں اور باطل پر قائم ہیں۔ دین داروں میں اکثریت (کا حال یہ ہے کہ) بری طرح غفلت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ وہ فروعی اختلافات میں الجھے ہوئے ہیں' حالانکہ یہ اختلافات مدت ہوئی ختم ہو چکے ہیں۔ کاش وہ سلف صالحین کے نقش قدم پر چلتے اور اختلاف رائے ان کی باہمی محبت پر کوئی آنچ نہ آنے دیتا۔ کاش وہ نہ ایک دوسرے سے جھگڑتے' نہ ایک دوسرے کی عیب جوئی کرتے' نہ ایک دوسرے کے دشمن بنتے اور نہ ایک دوسرے سے الجھتے' بلکہ ایک دوسرے سے محبت کرتے'۔ ایک دوسرے کے قریب آتے اور اختلاف کے لئے ان کے سینے کھلے ہوتے۔

علمی اور اجتماعی اعتبار سے یہ کتاب انتہائی اہم ہے کیونکہ یہ سب کو خبردار کرے گی اور ان کو بتائے گی کہ آخری زمانوں میں ہونے والی خونریز جنگیں قریب ہیں' وہ ہمارے سر پر کھڑی ہیں' ہمارے دروازوں پر دستک دے رہی ہیں۔ وہ اپنے سینے سے سب کو کچل کر رکھ دیں گی اور اپنے ظلم سے سب کو پارہ پارہ کر دیں گی' اس لئے یہ کتاب سب اہل دانش سے مخاطب ہے اور ان کو پکار پکار کر کہہ رہی ہے۔

اے دنیا والو! عصیاں کاری سے باز آجاؤ' اپنے آپ کو نفسانی شہوات سے چھڑالو' اپنے رب کی طرف لوٹ جاؤ' اس کی شریعت سے وابستہ ہو جاؤ' کیونکہ اس امت کے آخری زمانہ میں وہ قوم زمین میں دھنس جائے گی' اس کی صورت مسخ ہو جائے گی جو اپنے شب و روز لہو و لعب' مے نوشی اور راگ و رنگ میں گزار رہی ہو گی۔ اس دن اللہ کی

رحمت کے سوا قضائے الٰہی سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا۔

اے دین دارو! اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو۔ اختلافات کو دور پھینک دو' شیر و شکر ہو جاؤ اور محض اللہ کی رضا کی خاطر آپس میں محبت کے رشتوں کو استوار کرو۔ آپس میں مت الجھو' وگرنہ کمزور پڑ جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی' تاکہ تم آنے والی بڑی بڑی جنگوں میں صفِ واحد بن جاؤ۔ یہ جنگیں قریب تر ہیں۔ گنے چنے کم کوش لوگوں کو اس بات کی اجازت ہرگز نہ دو کہ وہ مل جل کر تمہاری جمعیت کو پراگندہ اور تمہاری کاوشوں کو منتشر کر کے تمہیں اجتہادی فرعی اختلافات کے بھنور میں بہالے جائیں' وہ اختلافات جو امت میں تفرقہ ڈال کر اسے کمزور کر رہے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

"سیکون فی آخر امتی اناسٌ یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم' فایّاکم وایّاھم"{۲}

"میری امت کے آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو تمہارے سامنے ایسی باتیں کریں گے (روایات بیان کریں گے) جن کی اجازت نہ تم نے دی نہ تمہارے باپ دادا نے دی۔ ان سے بچنا۔"

اے اللہ کے بندو! بڑی باتوں کی فکر کرو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس قدر مشغول نہ ہو جاؤ کہ ذمہ داری کے اونچے معیار تک پہنچ نہ پاؤ ___ اور ان دشمنوں کا سامنا نہ کر پاؤ جو ہر طرف سے تمہیں گھیرے ہوئے ہیں۔

مسلمان اہل علم کو حکم ہے کہ وہ ہر چیز کو صحیح مقام پر رکھیں۔ سب سے مقدم اس چیز کو سمجھیں جو زیادہ ضروری ہو' پھر اس چیز کو جو نسبتاً کم ضروری ہو۔ شریعت کے احکام میں' اس کے مقررہ قوانین میں ___ مثلاً فرض عین' فرض کفایہ' واجبات' نوافل اور مستحبات ___ شریعت الٰہی کا یہ معروف قاعدہ ہے جو کسی اہل علم پر مخفی نہیں کہ ان سب احکام کا شریعت میں لگا بندھا مقام ہے اور اہمیت اور اولیت کے اعتبار سے ان کی درجہ بندی کی گئی ہے۔ جب ہم دیکھیں کہ ایک آدمی ان لگے بندھے قواعد میں رخنہ ڈال کر ان کو آپس میں گڈمڈ کر رہا ہے اور جن کاموں کو پہلے کرنا ہے ان کو بعد میں کر رہا ہے یا جن کاموں

کو بعد میں کرنا ہے ان کو پہلے کر رہا ہے تو اسے نصیحت کرنا اور تنبیہ کرنا لازم ہو جاتا ہے اور اس پر واجب ہے کہ وہ نصیحت پر عمل کرے اور کہا مانے' کیونکہ دین تو نام ہی نصیحت و خیر خواہی کا ہے۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ کسی بزرگ کا قول ہے : "جو فرض میں مشغول ہو کر نفل سے غافل ہو جاتا ہے وہ معذور ہوتا ہے اور جو نفل میں مشغول ہو کر فرض سے غافل ہو جاتا ہے وہ مغرور (فریب خوردہ) ہوتا ہے۔"{۳}

اے سیاستدانو! لکھاریو اور مفکرو! ایک قطعی معرکہ (پیش آنے والا) ہے جسے اہل کتاب اپنی مقدس کتابوں میں "ہرمجدون"{۴} کا نام دیتے ہیں۔

ہمارے رسول کریم ﷺ نے بھی اس معرکے کی خبر دی ہے۔ آپ نے فرمایا : "عنقریب رومی {۵} تمہارے ساتھ قابل اعتماد صلح کریں گے' پھر تم مل کر ان سے پیچھے ایک دشمن پر چڑھائی کرو گے' تمہیں کامیابی ہو گی' مال غنیمت ملے گا اور تم محفوظ ہو جاؤ گے{۶} یہ معرکہ فیصلہ کن ہو گا' جلد ہو گا' عالمی سطح پر ہو گا اور تباہ کن ہو گا۔ انہی دنوں اس معرکہ کا تانا بانا بنا جائے گا اور اس کی تیاری مکمل ہو جائے گی (یقینی طور پر جنگی حکمت عملی پر مبنی ایک بڑے مقابلہ کا سٹیج حال ہی میں مشرق وسطیٰ میں تیار کیا جا رہا ہے جس میں ٹھیک طرح سے یہ واضح نہیں کہ وہ دشمن کون ہوں گے جن کو لازمی طور پر خسارہ اٹھانا پڑے گا){۷}

ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کہتے ہیں "اپنی گھڑیوں کو درست کر لو' اسرائیل تیزی سے اپنے عروج کی طرف بڑھ رہا ہے جس کے بعد انجام تک پہنچنے کے لئے نیچے کی طرف گنتی شروع ہو جائے گی۔ آنے والے چار سال ہی اس کی عمر کا بقیہ حصہ ہیں۔ یہ مدت کم بھی ہو سکتی ہے اور بڑھ بھی سکتی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔"{۸}

بے شک ہمارے رسول امین ﷺ نے' جو خود بھی سچے ہیں اور لوگ بھی ان کو سچا سمجھتے ہیں' صحیح احادیث (آثار) کے ذریعے ہمیں بتایا ہے کہ جنگی حکمت عملی والا ایک بہت بڑا معرکہ جلد ہو گا۔ یہ اتحاد کی شکل میں عالمی سطح پر ہو گا جس میں ہم اور رومی (امریکا اور یورپ) ایک کیمپ میں ہوں گے۔ کامیابی ہمارا ساتھ دے گی۔ مال غنیمت ہمیں حصہ میں ملے گا۔ لیکن ہم یہ نہیں جانتے کہ فریق ثانی کون ہو گا جس کو لازمی طور پر نقصان اٹھانا پڑے گا۔ آیا وہ کمیونسٹ کیمپ (چین' روس اور ان کے چیلے) ہو گا یا کوئی اور.......؟ خدا بہتر

جانتا ہے کہ کیا ہو گا۔

ہمارے نبی ﷺ نے ایک واقعہ کی اطلاع دی ہے جو اس بہت بڑے قریب الوقوع مقابلہ کے بعد رونما ہو گا۔ یہ واقعہ اکثر لوگوں کی نگاہوں سے مخفی ہے۔ یہی وہ بات ہے جس کا اضافہ اس کتاب نے ان اہل دانش کے علمی اور ثقافتی سرمائے میں کیا ہے جو سیاسی اور عسکری تجزیوں میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں اور جن کی نظر دورِ حاضر کے واقعات پر ہے۔ وہ بات یہ ہے کہ اس بڑے مقابلے سے لوٹتے وقت رومی ہم سے بے وفائی کریں گے۔ ہماری باہمی مڈبھیڑ ایک خوفناک' قاتل اور بے رحم جنگ میں ہو گی ــــــ ایک ایسی جنگ جس میں آنکھیں انگارہ بن جائیں گی' تلواریں آبدار ہوں گی' گھمسان کا رن پڑے گا' گھوڑے مقتولین کے خون سے تربتر ہو کر اونچی آواز سے ہنہنائیں گے اور یہ الملحمۃ الکبرٰی (بڑی خون ریز جنگ) ہو گا۔

اللہ نے چاہا تو اس کتاب کے تیسرے باب میں اس جنگ کی وہ تفصیل بیان ہو گی جس کی خبر اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں دی ہے۔ ہم اللہ سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ظاہری اور باطنی فتنوں سے بچائے رکھے۔

<u>فصل اول</u>

لفظ "علامات" کے معنی و مراد اور خاص تنبیہ

قیامت کی چھوٹی علامتوں سے مراد وہ واقعات اور حادثات ہیں جن سے متعلق نبی اکرم ﷺ نے بتایا کہ وہ آخری زمانہ میں رونما ہوں گے اور وہ بمنزلہ ان علامتوں کے ہوں گے جو قیامت کی بڑی نشانیوں کے ظہور پر دلالت کریں گی' بلکہ یوں کہئے کہ ان کا راستہ ہموار کریں گی۔

"قیامت کی علامات" کا لفظ قرآن وسنّت سے ماخوذ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قول ہے:

﴿فَهَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ أَن تَأْتِيَهُم بَغْتَةً ۖ فَقَدْ جَاءَ أَشْرَاطُهَا﴾

"اب تو یہ لوگ قیامت ہی کو دیکھ رہے ہیں کہ ناگہاں ان پر آن واقع ہو۔ اس کی نشانیاں تو آچکی ہیں۔" (محمد ۴۷ : ۱۸)

سُنّت میں نبی ﷺ کا وہ قول موجود ہے جو آپؐ نے قیامِ قیامت کے سوال کے جواب میں جبرائیل سے کہا۔ آپؐ نے فرمایا: "جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا"۔ جبرائیل نے کہا: "مجھے اس کی نشانیاں بتایئے"۔ آپؐ نے فرمایا: "یہ کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی اور یہ کہ تو دیکھے گا کہ برہنہ پا، ننگ دھڑنگ، محتاج، بکریاں چرانے والے، اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے"۔{۹}

قیامت کی چھوٹی علامات سے مراد یہ ہے کہ وہ نشانیاں آچکی ہیں اور وقوع پذیر ہو چکی ہیں۔ اب کوئی وجہ نہیں کہ قیامت کی بڑی علامتیں تاخیر سے نمودار ہوں۔ اگر ان کے آنے سے یہ بات ثابت نہ ہو کہ ان کے فوراً بعد بڑی علامتیں ظہور پذیر ہوں گی تو ان کو علامات کے نام سے پکارنا بے معنی ہو جائے گا۔ بعض علماء نے ان چھوٹی علامتوں کا شمار کیا ہے، وہ نوے سے کچھ اوپر ہیں۔ وہ احادیث جو ان علامات کا ماخذ ہیں صحت اور ضعف کے اعتبار سے تعداد میں مختلف ہیں، اس لئے گننے والوں کی گنتی میں بھی فرق ہے۔ جو علماء حدیث میں تساہل سے کام لیتے ہیں انہوں نے تعداد زیادہ بتائی ہے، مگر جو علماء حدیث میں زیادہ احتیاط برتتے ہیں انہوں نے تعداد کم بتائی ہے۔ لیکن قیامت جلد آنے والی ہے۔

ان علامات کا شمار کرنے سے پہلے ہم لوگوں کو چند اہم چیزوں سے آگاہ کرنا چاہتے ہیں۔

۱۔ جیسا کہ ہم اس باب کی فصل دوم میں دیکھ لیں گے چھوٹی علامتیں سب کی سب بتمامہ اسی طرح ظاہر اور وقوع پذیر ہو چکی ہیں جیسا کہ ہمیں نبی معصوم ﷺ نے بتایا ہے۔

۲۔ چھوٹی علامتوں کے ظہور اور نبی ﷺ کی حدیث کے مطابق ان کے وقوع پذیر ہونے کی وجہ سے مناسب یہی ہے کہ ہر مسلمان کے اپنی نبی ﷺ پر ایمان اور ان کی رسالت کی تصدیق میں اضافہ ہو، کیونکہ انہوں نے ان غیبی امور کی اطلاع دی جو آخری زمانہ میں ہونے والے تھے اور وہ ایسے ہی ہو کر رہے جیسے آپ ﷺ نے بتایا تھا۔۔۔ ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى﴾ "نہ وہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں" (النجم ۵۳ : ۳)

۳۔ بعض اہل علم غلط طور پر ان واقعات کو بھی علاماتِ صغریٰ میں خلط ملط کر دیتے ہیں جو

علاماتِ کبریٰ کے ظہور کے بعد واقع ہونے والے ہیں۔ مثلاً:

۱۔ یہودیوں کا مسلمانوں کے ہاتھوں قتل۔ یہاں تک کہ یہودی کسی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپ جائے گا اور وہ پتھر یا درخت پکار اٹھے گا "اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے' آؤ اسے قتل کرو" {۱۰}۔ یہ قتل مہدی کے ظہور اور مسیحِ دجال کے خروج کے بعد ہوگا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا' وہ دجال کو قتل کریں گے اور اس کے پیرو کار یہودیوں کو شکست دیں گے۔ خدا نے چاہا تو ہم چوتھے باب میں اس واقعہ کو بیان کریں گے۔ اس مقام پر یہودی پتھروں اور درختوں کے پیچھے چھپ جائیں گے تو وہ اللہ کے حکم سے مسلمانوں کے مددگار بن کر ان کمینوں کو قتل کرنے کے لئے بول پڑیں گے۔ آخری زمانہ تو عجیب و غریب خلاف عادت واقعات کا زمانہ ہوگا۔ اس زمانہ میں یہ کوئی اچنبے کی بات نہیں ہوگی۔

۲۔ مسلمانوں کی ترکوں سے لڑائی۔ نبی ﷺ نے فرمایا "اُس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک تم ان ترکوں سے جنگ نہ کرلو گے جن کی آنکھیں چھوٹی' چہرے سرخ' ناک چپٹی ہوگی۔ ان کے چہرے یوں دکھائی دیں گے جیسے کسی سخت چیز کو ہتھوڑے سے کوٹا ہو' یعنی چہرے چوڑے اور گول ہوں گے" {۱۱}

۳۔ دریائے فرات کے پانی کا نیچے اترنا اور سونے کے ایک پہاڑ کا ظہور' جس پر لوگ ایک دوسرے سے لڑیں گے۔ یہ واقعہ مہدی کے زمانے میں ہوگا۔ اسی لئے امام بخاریؒ نے اس حدیث کو "خروج النار" کے باب میں بیان کیا ہے اور ابن ماجہ نے اسی قسم کی حدیث کا تذکرہ "المہدی" کے باب میں کیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ ظہور مہدی کے وقت میں ہوگا" {۱۲}

۴۔ درندوں کی لوگوں سے ہمکلامی۔ آدمی کی اپنے کوڑے کے ڈنڈے کے ساتھ ہمکلامی۔ یہ واقعہ علامات کبریٰ کے ظہور کے بعد کا ہے۔

۵۔ دو چھوٹی چھوٹی پنڈلیوں والے حبشی کے ہاتھوں کعبہ شریف کی بربادی۔ یہ واقعہ حضرت عیسیٰ کی موت کے بعد کا ہے' کیونکہ یہ ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بیت اللہ کا حج کریں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ

میں میری جان ہے' عیسیٰ حج یا عمرہ کی غرض سے یا دونوں کو ایک ساتھ ادا کرنے کی غرض سے روحاء کی گھاٹی میں ضرور داخل ہوں گے"۔ {۱۳}

اس کے علاوہ بھی بہت سی علامتیں ایسی ہیں جن کو شمار کرنے والوں نے علامات صغریٰ میں شمار کیا ہے۔ مثلاً یہ کہ جزیرۃ العرب کی سرزمین چراگاہوں اور نہروں میں بدل جائے گی۔ یہ سب عیسیٰؑ کے نزول کے بعد ہو گا۔ اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے۔

دوسری فصل

قیامت کی اہم چھوٹی علامتیں

اس فصل میں ہم نے قیامت کی اہم چھوٹی چھوٹی علامتوں کو جمع کر دیا ہے۔ طوالت کے خوف سے ان علامات کے مجرد تذکرہ پر اکتفا کیا ہے۔ حاشیہ آرائی صرف وہاں کی گئی ہے جہاں اس کی ضرورت محسوس ہوئی۔ ہر علامت کے ساتھ اس دلیل کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے جو نبی ﷺ کی صحیح سنت پاک میں موجود ہے۔ اہم علامات آپ کے پیش خاطر ہیں :

۱۔ یہ کہ لونڈی اپنی مالکن کو جنم دے گی{۱۴} یہ اسلامی فتوحات کی کثرت کے لئے کنایہ ہے۔ ان فتوحات میں کثرت سے لونڈیاں جنگی قیدی کے طور پر ہاتھ لگیں گی۔ لونڈی بچے کو جنم دے گی جو اس کا مالک ہو گا کیونکہ وہ اس کے مالک کا بچہ ہو گا۔ یا یہ والدین کی نافرمانی کے لئے کنایہ ہے' یعنی بچہ اپنی ماں سے ایسے سختی سے پیش آئے گا جیسے وہ اس کا آقا ہو۔ دونوں باتیں وجود میں آ چکی ہیں۔

۲۔ یہ کہ برہنہ پا' ننگ دھڑنگ اور محتاج' بکریوں کے چرواہے اونچی اونچی عمارتیں بنائیں گے{۱۵} [جیسا کہ جزیرۃ العرب (سعودی عرب) والے کر رہے ہیں۔]

۳۔ معاملات کو نااہل لوگوں کے سپرد کرنا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے : "جب معاملات نااہل لوگوں کے حوالے ہونے لگیں تو قیامت کا انتظار کرو"۔ {۱۶}

۴۔ کم علمی اور جہالت کا ظہور۔

۵۔ قتل و غارت کی کثرت۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا : "بے شک قیامت سے پہلے وہ زمانہ بھی آئے گا جب جہالت ڈیرے ڈال دے گی' علم اٹھ جائے گا۔ جب حرج (اضطراب) کثرت سے ہو گا۔ اور حرج سے مراد قتل ہے۔ {۱۷}
۶۔ مے نوشی اور اس کے لئے دوسرے نام استعمال کرنا۔ نبی ﷺ نے فرمایا :"میری امت کے لوگ شراب پئیں گے مگر اس کا نام بدل دیں گے"۔ {۱۸}
۷۔ زنا اور بدزبانی (بدعہدی) کی کثرت۔
۸۔ آدمی ریشم پہنیں گے۔
۹۔ گانے بجانے کو جائز سمجھنا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا : "میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم' مے نوشی اور گانے بجانے کو حلال سمجھیں گے"۔{۱۹}
۱۰۔ گانے والیوں کا ساتھ۔
۱۱۔ فحش کاری اور فحش گوئی کا ظہور۔
۱۲۔ قطع تعلق۔
۱۳۔ امین کو خائن سمجھ کر اس پر تہمت لگانا۔
۱۴۔ خائن کو امین سمجھ کر مقرب بنانا۔ نبی ﷺ نے فرمایا : "قیامت کی نشانیوں میں فحش کاری' فحش گوئی' قطع تعلقی' امین کو خائن اور خائن کو امین سمجھنا ہے"۔{۲۰}
۱۵۔ لوگوں میں مرگ ناگہانی کا ظہور۔
۱۶۔ مسجدوں کو بطور راستہ استعمال کرنا۔ یعنی آدمی مسجد میں سے گزر جائے اور نماز نہ پڑھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "یہ کہ مسجدوں کو راستے کے طور پر استعمال کیا جائے اور مرگ ناگہانی عام ہو جائے۔"{۲۱}
۱۷۔ ایک ہی دعوت دینے والی دو بڑی مسلمان جماعتوں کی باہم جنگ۔ یہ وہ مشہور جنگ ہے جو علیؓ اور معاویہؓ کے درمیان ہوئی۔
۱۸۔ زمانوں کا تقارب۔ یعنی وقت سے برکت کا اٹھ جانا۔
۱۹۔ زلزلوں کی کثرت۔ مصر کے موسمی تحقیقات کے کسی کارکن کا قول ہے کہ زمین تو اب مستقل طور پر لرزتی رہتی ہے۔

۲۰۔ فتنوں کا ظہور اور ان کے شر کا عام ہونا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت اس وقت آئے گی جب علم سمیٹ لیا جائے گا' زلزلے کثرت سے آنے لگیں گے' فتنوں کا ظہور ہو گا اور حرج (اضطراب) یعنی قتل بڑھ جائے گا۔" {۲۲}

۲۱۔ جب تمام قومیں متفقہ طور پر امت مسلمہ پر پل پڑیں گی جیسے کھانے والے ایک پیالے پر ٹوٹ پڑتے ہیں {۲۳}

۲۲۔ علم کو کم عمر لوگوں کے پاس تلاش کرنا۔ اس سے مراد وہ طالبان علم ہیں جن کو علم پر قدرت حاصل نہیں ہوتی اور جن کا علم پختہ نہیں ہوتا۔ ان سے مسائل دریافت کئے جائیں گے اور وہ فتویٰ دیں گے۔ خود بھی گمراہ ہوں گے اوروں کو بھی گمراہ کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت کی علامتوں میں کم عمر لوگوں کے یہاں علم کی تلاش ہے۔" {۲۴}

۲۳۔ ایسی عورتوں کا ظہور جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ انہوں نے جسم کے کچھ حصوں کو ڈھانپ رکھا ہو گا اور کچھ کو کھول رکھا ہو گا۔ ایسی عورتیں جو اپنے آپ کو تنگ اور شفاف لباس سے ڈھانپتی ہیں حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں ڈھانپتیں۔

۲۴۔ احمقوں کا مجلس میں سینہ تان کر بیٹھنا (صدر مجلس ہونا) اور عام لوگوں کے معاملات کے بارے میں گفتگو کرنا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت سے پہلے مکرو فریب کے سال گزریں گے جن میں امین لوگوں پر تہمت لگائی جائے گی اور تہمت زدہ لوگوں کو امین سمجھا جائے گا۔ ان سالوں میں رویبضہ گفتگو کریں گے۔ پوچھا گیا : یہ رویبضہ کیا ہے؟ جواب دیا : "وہ احمق جو عام لوگوں کے معاملات پر گفتگو کرتا ہے۔" {۲۵}

۲۵۔ سلام روشنائی کے لئے ہو گا۔ آدمی اسی کو سلام کرے گا جس سے اس کی جان پہچان ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کو صرف جان پہچان کی بناء پر سلام کرے گا۔" {۲۶}

۲۶۔ رزق حلال کی عدم جستجو۔ آپ ؐ نے فرمایا : "لوگوں پر ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ آدمی اس کی پرواہ نہیں کرے گا کہ آیا وہ حلال مال لے رہا ہے یا حرام۔" {۲۷}

۲۷۔ جھوٹ کثرت سے بولا جائے گا اور عام ہو گا۔

۲۸۔ بازار قریب قریب ہوں گے جس سے تجارت کی کثرت اور اس کی وسعت کا پتہ چلے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "جھوٹ کثرت سے بولا جائے گا۔ وقت تیزی سے گزرے گا اور بازار ساتھ ساتھ ہوں گے۔"{۲۸}

۲۹۔ شیطانوں کے لئے اونٹ بھی ہوں گے اور گھر بھی۔ وہ اس طرح کہ ایک آدمی اونٹنی پر سوار ہو گا اور ایک اور اونٹنی ساتھ لے جائے گا۔ وہ نہ تو اس اونٹنی پر خود سوار ہو گا اور نہ کسی ضرورت مند کی اس اونٹنی سے مدد کرے گا بلکہ شیطان اس پر سواری کریں گے۔ اسی طرح ایک آدمی گھر خریدے گا' اس لئے نہیں کہ اس میں خود رہائش اختیار کر لے بلکہ اسے کئی برس تک بچائے رکھے گا تاکہ بوقت ضرورت کام آئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "شیطانوں کے لئے سواری بھی ہو گی اور گھر بھی۔"{۲۹}

۳۰۔ مسجدوں کے بارے میں ان کے سازو سامان اور ان کی ٹیپ ٹاپ کے بارے میں لوگ ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت اس وقت قائم ہو گی جب لوگ مسجدوں کے بارے میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے"{۳۰}

۳۱۔ لوگ اپنے سروں کو سیاہ خضاب لگائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "آخری زمانے میں لوگ کبوتر کے پوٹے کی طرح سیاہ خضاب لگائیں گے۔ وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ سکیں گے۔"{۳۱}

۳۲۔ نبی ﷺ کے دیدار کی تمنا۔ یہ اس وقت ہو گی جب فتنے عام ہو جائیں گے' جب دین غریب الدیار ہو جائے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "تم میں سے کسی پر ایسا وقت آکر رہے گا جب وہ مجھے میرے اپنے مال و عیال سے بڑھ کر چاہے گا۔"{۳۲}

۳۳۔ طاعت گزاری اور آخرت کے لئے عمل پر لوگوں کی توجہ کم ہو جائے گی۔

۳۴۔ بخل کو دلوں میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ لوگوں کے درمیان پھیل جائے گا۔ جس کے پاس جو کچھ ہے اس میں بخل کرے گا۔ مال والا مال میں بخل کرے گا' علم والا علم میں بخل کرے گا اور کاریگر اپنی کاریگری اور مہارت میں بخل سے کام لے گا۔ آپؐ نے فرمایا : "عمل کم ہو جائے گا اور بخل کو لوگوں کے دلوں میں ڈال دیا جائے گا۔"{۳۳}

۳۵۔ لوگ ایک دوسرے کو بغیر کسی مقصد کے قتل کریں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا :

"اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے 'لوگوں پر وہ وقت آکر رہے گا جب نہ قاتل کو پتہ ہو گا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو علم ہو گا کہ اسے کیوں قتل کیا گیا۔" {۳۴}

۳۶۔ سب لوگ مال عام کی لوٹ کھسوٹ کریں گے۔ وہ اسے لوٹنے اور اس میں دھوکہ و فریب سے پرہیز نہیں کریں گے۔

۳۷۔ امانت نایاب ہو جائے گی۔

۳۸۔ احکام شریعت نفس پر گراں گزریں گے۔

۳۹۔ آدمی اپنی بیوی کا کہا مانے گا اور ماں کی نافرمانی کرے گا۔

۴۰۔ آدمی اپنے باپ سے بدسلوکی سے پیش آئے گا اور اپنے دوست کو اپنے نزدیک کرے گا۔

۴۱۔ مسجدوں میں شور بلند ہو گا۔

۴۲۔ سب سے کمینہ قوم کا لیڈر اور فاسق قبیلے کا سردار بن جائے گا۔

۴۳۔ آدمی کا احترام اس کی برائی کے ڈر سے نہ کہ فضل و کرم کی بنا پر کیا جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جب مال غنیمت گردش کرنے لگے گا' جب امانت کو مال غنیمت سمجھا جائے گا اور زکوٰۃ کو تاوان' جب آدمی اپنی بیوی کا کہا مانے گا' اور ماں کی نافرمانی کرے گا' جب اپنے دوست سے حسن سلوک کرے گا اور باپ سے بدسلوکی' جب مسجد میں شور بلند ہو گا' جب قوم کا لیڈر ذلیل ترین آدمی ہو گا اور بدکار قبیلے کا سردار بن جائے گا' انسان کی عزت اس کے شر کے ڈر سے ہو گی' جب شراب پی جائے گی' ریشم پہنا جائے گا' جب گانے والیوں اور آلات موسیقی کو اپنایا جائے گا' جب اس امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعنت بھیجیں گے ---- تو اس وقت سرخ آندھی یا زمین میں دھنسنے کا یا شکلوں کے مسخ ہونے کا انتظار کرنا۔ علامات کا پے بہ پے اس طرح ظہور ہو گا جیسے کہ موتیوں کی پرانی لڑی کا دھاگا ٹوٹ چکا ہو اور موتی پے بہ پے گر رہے ہوں۔" {۳۵}

۴۴۔ فتنہ و فساد کی زیادتی کے باعث پولیس کی نفری بڑھ جائے گی۔

۴۵۔ لوگ امامت کے لئے ایسے آدمی کو آگے کریں گے جس کی آواز زیادہ خوبصورت ہو خواہ فقہ اور فضیلت میں سب سے کم ہو۔

۴۶۔ حکومت کی خریداری۔ یعنی رشوت دے کر منصب حاصل کئے جائیں گے۔

۴۷۔ خون کی ارزانی۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "چھ باتوں سے پہلے پہلے نیک عمل کر لو۔ (۱) احمقوں کی حکومت (۲) پولیس کی کثرت (۳) حکومت کی خریداری (۴) خون کی ارزانی (۵) قطع تعلق (۶) قرآن کو گیت سمجھ کر کسی کو امامت کے لئے آگے کھڑا کرنا تاکہ وہ ان کو گانا سنائے خواہ وہ فقہ احکام میں سب سے کم تر ہو۔" {۳۶}

۴۸۔ یہ کہ عورت کام اور تجارت میں مرد کا ہاتھ بٹائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت سے پہلے خاص لوگ سپر ڈال دیں گے، تجارت پھیل جائے گی یہاں تک کہ عورت تجارت میں اپنے خاوند کی مدد کرے گی۔" {۳۷}

۴۹۔ قلم میں وسعت اور تصنیف و تالیف کا کام زیادہ ہو جائے گا۔

۵۰۔ یہ کہ لڑکا غضبناک ہو گا۔

۵۱۔ بارش گرمی میں ہو گی۔

۵۲۔ دین کو چھوڑ کر منصب یا نوکری یا مال کے حصول کے لئے علم حاصل کیا جائے گا۔

۵۳۔ موٹر گاڑی کا ظہور۔ یہ نبی ﷺ کی عجیب پیشینگوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ پالانوں سے ملتی جلتی زینوں پر سوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی عورتیں لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔" {۳۸}

۵۴۔ امت مسلمہ میں خوشحالی اور آسائش کی زندگی کا ظہور۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "جب میری امت کے لوگ مغرورانہ چال چلیں گے اور فارس و روم کے شہزادے ان کے خدمت گزار ہوں گے ان کے بدکار نیکوکاروں پر مسلط ہو جائیں گے۔" {۳۹}

۵۵۔ کمینوں کو اونچا کیا جائے گا اور شریفوں کو پست۔ یعنی فاسقوں کی عزت ہو گی اور باعزت لوگوں کی اہانت۔

۵۶۔ایک آدمی کے متعلق کہا جائے گا کہ وہ کتنا دلیر ہے' وہ کتنا دانا ہے' وہ کتنا عقلمند ہے' حالانکہ اس کے دل میں رتی بھر ایمان نہ ہو گا۔{۴۰}

۵۷۔فتنوں کی کثرت کی وجہ سے موت کی تمنا کی جائے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک ایک آدمی دوسرے کی قبر کے پاس سے گزرتے ہوئے یہ نہ کہے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا۔"{۴۱}

۵۸۔عراق کا محاصرہ ہو گا اس سے کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری امداد روک دی جائے گی۔

۵۹۔ پھر شام (سوریا' لبنان' اردن اور فلسطین) کا محاصرہ ہو گا۔ اس سے بھی کھانے پینے کی چیزیں اور دوسری امداد روک دی جائے گی۔ اور یہ علامتیں آپ کی پیشینگوئیوں میں سے سب سے بڑھ کر حیران کن ہیں جن کو نبی ﷺ نے ہمیں بتایا۔ پچھلے دنوں ایسا ہوا ہے۔ پہلے عراق کا محاصرہ ہوا پھر فلسطین کا' اور ہمارے معصوم نبی ﷺ کا قول صحیح ثابت ہو چکا ہے۔ آپ ؐ نے فرمایا : "قریب ہے کہ اہل عراق کی طرف نہ قفیر (اہل عراق کا پیمانہ) بھیجی جائے اور نہ ہی درہم۔ ہم نے پوچھا کون ایسا کرے گا؟ آپ ؐ نے فرمایا کہ عجمی ان چیزوں کو روک لیں گے۔ پھر فرمایا : "قریب ہے کہ اہل شام کی طرف نہ دینار بھیجا جائے اور نہ مدی (اہل شام کا پیمانہ)۔"{۴۲}

۶۰۔ اللہ کے رسول ﷺ کی وفات۔

۶۱۔ بیت المقدس کی فتح۔ یہ حضرت عمرؓ بن الخطاب کے زمانے میں ہوئی۔

۶۲۔ وباؤں اور طاعون کی وجہ سے اجتماعی موت' جیسے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں طاعون عمواس اور عالمی جنگیں۔

۶۳۔مہنگائی کا ظہور اور قیمتوں کا بڑھنا' حتیٰ کہ کسی کو سو یا تین سو دینار دیئے جائیں گے اور وہ پھر بھی ناراض ہو گا۔

۶۴۔ٹیلی ویژن اور گانوں کا فتنہ جو عربوں کے گھر گھر میں داخل ہو گا۔ یہ دونوں فتنے ہر گھر میں گھس گئے ہیں۔

۶۵۔ صلح صفائی ہمارے اور اہل روم (یورپ اور امریکا) کے درمیان ہوگی۔

یہ علامات صغریٰ میں سے آخری نشانی ہے کیونکہ اس کے بعد آخری خونریز معرکہ (الملحمۃ الکبریٰ) بپا ہو گا۔ یہ صلح ہو چکی ہے اور اس آخری علامت کے خدوخال نظر آنے لگے ہیں۔

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے : قیامت سے پہلے چھ نشانیوں کو گن لو : میری وفات، بیت المقدس کی فتح، پھر جانوروں جیسی موت جو تم پر ایسے اثرانداز ہو گی جیسے قعاص کی گردن توڑ بیماری اثر انداز ہوتی ہے، مال کا پھیلاؤ یہاں تک کہ ایک آدمی کو سو دینار دیئے جائیں گے پھر بھی وہ ناراض ہو گا، پھر ایک فتنہ کھڑا ہو گا جو عربوں کے گھر گھر میں داخل ہو گا، پھر تمہارے اور بنو اصفر (اہل روم) کے درمیان صلح ہو گی، پھر وہ بے وفائی کریں گے، پھر وہ اسی (۸۰) جھنڈے لے کر تم پر چڑھائی کریں گے، ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کا لشکر ہو گا۔ {۴۳}

وہ صلح جو ہمارے اور اہل روم یا بنو الاصفر یا امریکہ اور یورپ کے مابین ہو گی وہ قیامت کی علامات صغریٰ کی آخری علامت ہے۔ کتاب کے موضوع میں اس علامت کو وہی اہمیت حاصل ہے جو چولہے کے دو پتھروں کے مقابلہ میں تیسرے پتھر کو حاصل ہوتی ہے {۴۴} بالفاظ دیگر اسے کونے کا پتھر کہا جا سکتا ہے، کیونکہ بڑی خونریز جنگ "الملحمۃ الکبریٰ" جس میں مہدی مسلمانوں کی قیادت کریں گے آنے والی اس اتحادی عالمی جنگ (ہرمجدون) کے بعد ہی ہو گی۔ اس جنگ کے خاتمہ پر اہل روم غداری کریں گے اور بڑی خونریز جنگ (الملحمۃ الکبریٰ) کے لئے ہماری طرف آئیں گے۔ آنے والی جنگ کا سٹیج اتحادات اور معاہدات کی صورت میں تیار کیا جا رہا ہے۔ اسے سب جانتے ہیں، اس کے منتظر ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ آ کر رہے گی۔ مسلمان اور اہل کتاب تجزیہ نگاروں کے درمیان فراہم شدہ معلومات کے مطابق اس جنگ کے قریبی وقت کی حدبندی کے سلسلہ میں معمولی سا فرق ہے۔ ہم بالتحدید یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ یہ جنگ کب ہو گی مگر ہم یہ ضرور کہیں گے کہ جنگ بہت قریب ہے، جلد ہی آپ کو اس کی خبر مل جائے گی۔ سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو جہانوں کا پالنہار ہے۔

تیسری فصل

ہرمجدّون (ARMAGEDDON)

آپ کو خبر ہے کہ ہرمجدون کیا ہے؟
یہ بہت بڑی دھکم پیل اور تباہ کن جنگ ہے۔
یہ عنقریب ہونے والی بہت بڑی strategic لڑائی ہے۔
یہ ایک اتحادی عالمی ہونے والی لڑائی ہے جس کا انتظار صفحہ ہستی کے سب لوگ کر رہے ہیں۔
یہ ایک دینی اور سیاسی جنگ ہے۔
یہ مختلف سروں والے اژدہا (Dragon War) کی مانند ایک لڑائی ہے۔
یہ تاریخ کی سب سے بڑی بدترین لڑائی ہے۔
یہ انجام کا آغاز ہے۔
یہ ایسی جنگ ہے جس سے پہلے غیر یقینی امن قائم ہوگا۔ لوگ کہتے پھریں گے سلامتی آگئی' امن قائم ہو گیا۔
یہ ہرمجدون کا معرکہ ہے۔

"ہرمجدون" عبرانی لفظ ہے جو دو مقطعوں سے مل کر بنتا ہے۔ عبرانی زبان میں "ہر" کا معنی پہاڑ ہے اور "مجیدو" فلسطین کی ایک وادی {۴۵} کا نام ہے۔ آنے والی جنگ کا یہی میدان ہو گا جو شمال میں "مجیدو" سے لے کر جنوب میں ایدوم تک ۲۰۰ میل کے فاصلے پر پھیلا ہوا ہے۔ مغرب میں یہ میدان بحرابیض متوسط سے اور مشرق میں موحاب کے ٹیلوں تک ۱۰۰ میل کے فاصلہ تک چلا گیا ہے {۴۶}۔ فوجی ماہرین خاص طور پر پرانے حملہ آور اس علاقے کو اسٹریٹیجیکل موقعہ محل کے لحاظ سے بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ جو کمانڈر اس پر قبضہ کر لیتا ہے وہ کسی بھی حملہ آور کو روک سکتا ہے {۴۷}۔ ہرمجدون کے لفظ سے اہل کتاب متعارف ہیں کیونکہ یہ لفظ ان کی مقدس کتابوں میں اور علماء اور محققین کی بحثوں میں ملتا ہے۔ آئندہ صفحات میں ہم اس کی وضاحت کریں گے۔

اہل کتاب سے ہماری مراد صرف یہود و نصاریٰ ہیں۔ اہل کتاب کے اقوال کو نقل کر کے ہم نے کوئی انوکھی بات نہیں کی کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ہمیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ ہم ان سے روایت کریں۔ آپؐ نے فرمایا : "میری طرف سے لوگوں کو بات پہنچاؤ خواہ وہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو اور بنی اسرائیل سے روایت کرو، اس میں کوئی حرج نہیں" {۴۸} شرط یہ ہے کہ ہم پوری احتیاط سے ان کی بات سنیں اور صرف وہی بات قبول کریں جو ہماری شریعت کے مطابق ہو اور ہماری شریعت اس کی شہادت دے۔ اگر ان کی بات اس سے ٹکراتی ہو تو رد کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا : "جب اہل کتاب تمہیں کوئی روایت بتائیں تو نہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب" {۴۹}

"ہرمجدّون" --- مسلمانوں اور اہل کتاب کے مابین

ا : اہل کتاب کے اقوال

۱۔ سفر الرویا (۱۶:۱۶) میں بیان ہوا ہے : "سب شیطانی روحیں اور دنیا جہان کی فوج سب کی سب ہرمجدون نامی جگہ میں جمع ہوں گی"۔ (انجیل ص ۳۸۸ مطبعہ دار الثقافہ)

۲۔ "البعد الدینی فی السیاسة الامریکیة" نامی کتاب میں ہے کہ سات امریکی صدر ہرمجدون کے معرکہ پر یقین رکھتے تھے۔ {۵۰}

۳۔ امریکہ کے سابق صدر رونلڈ ریگن کا قول ہے کہ موجودہ نسل بالتحدید ہرمجدون کا معرکہ دیکھے گی۔ {۵۱}

۴۔ ...... کچھ ہی سالوں میں ہر چیز اپنے انجام تک پہنچ جائے گی۔ عنقریب بہت بڑا عالمی معرکہ ہو گا یعنی ہرمجدون یا مجیدو کے میدان کا معرکہ ہو گا۔ {۵۲}

۵۔ جمی سواگرٹ کہتا ہے "میں چاہتا تھا کہ یہ کہہ سکوں ہماری صلح ہونے والی ہے مگر میں آنے والے ہرمجدون کے معرکہ پر ایمان رکھتا ہوں، بے شک ہرمجدون آکر رہے گا، وادی مجیدو میں گھمسان کا رن پڑے گا۔ وہ آکر رہے گا۔ صلح کے جس معاہدہ پر وہ دستخط کرنا چاہتے ہیں کر لیں، معاہدہ کبھی بھی پورا نہیں ہو گا۔ تاریک دن آنے

والے ہیں۔"{۵۳}

۶۔ اصول پرست عیسائیوں کے لیڈر جیری فلویل کا قول ہے "بے شک ہرمجدون ایک حقیقت ہے اور حقیقت بھی اصلی' مگر اللہ کا شکر ہے کہ زمانہ کے خاتمہ پر واقع ہو گی"{۵۴}

۷۔ سکوفیلڈ کا قول ہے "مخلص عیسائیوں پر واجب ہے کہ وہ اس واقعہ کو خوش آمدید کہیں کیونکہ ہرمجدون کے آخری معرکہ کے شروع ہوتے ہی مسیحؑ ان کو اٹھا کر بادلوں میں لے جائیں گے (اس طرح) وہ بچ جائیں گے اور ان کو ان تکالیف کا ہرگز سامنا نہیں کرنا پڑے گا جو روئے ارضی پر جاری ہوں گی"۔{۵۵}

۸۔ امریکہ کی ادیب گریس ہالسل کا کہنا ہے "عیسائیوں کی طرح ہمارا ایمان ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد تاریخ انسانی ہرمجدون نامی معرکہ کے ساتھ ہی ختم ہو جائے گی۔ اس معرکہ کے سر پر حضرت مسیحؑ کی واپسی کا تاج ہو گا۔ حضرت مسیحؑ واپس آکر زندوں اور مردوں پر ایک ساتھ حکومت کریں گے۔"{۵۶}

یہ ہیں اہل کتاب کے کچھ اقوال۔ مزید معلومات کے لئے مذکورہ کتابوں کی طرف رجوع کیجئے۔

ب : مسلمان اور ہرمجدون

عجیب بات ہے ہرمجدون کے ثبوت کے لئے اہل کتاب کے اقوال تو تواتر کے ساتھ کثرت سے وارد ہوئے ہیں مگر بہت سے مسلمان تو جانتے ہی نہیں کہ یہ ہرمجدون کیا ہے اور اس خطرناک لفظ کے اہل کتاب کی ڈکشنری میں کیا معنی ہیں۔ ہرمجدون بطور لفظ اتنا اہم نہیں بلکہ بطور مدلول اور رمز اس میں بہت سے معانی چھپے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں کے بعض لکھاریوں نے اس معرکہ کی طرف توجہ دینی شروع کی ہے اور ان کے قلم سے ایسے اہم مقالات نکلے ہیں جو تجزیاتی فراست' تاریخی حس اور سیاسی سوجھ بوجھ کے زور پر لکھے گئے ہیں۔ ان مقالات نے طے کیا ہے کہ

یہ فیصلہ کن معرکہ جلد ہونے والا ہے' اب اس کا سٹیج تیار کیا جا رہا ہے۔

یہ حکمت عملی کی جنگ ہو گی۔ ایٹمی اور عالمی ہو گی۔
یہودیوں کو اس میں نقصان اٹھانا پڑے گا اور ان کا زور ٹوٹ جائے گا۔ {۵۷}

ہم ان تمام سابقہ اقوال سے متفق ہیں۔ ہاں اس معرکہ کی تفصیل اور نتائج سے اختلاف ہے۔ ہمارا کہنا یہ ہے کہ یہ معرکہ اتحادی ہو گا اور عالمی سطح پر ہو گا۔ مسلمان اور اہل روم (یورپ اور امریکا) اس معرکہ کے لازماً ایک فریق ہوں گے۔ وہ مل کر ایک مشترکہ دشمن سے لڑیں گے۔ اس دشمن کو ہم نہیں جانتے۔ رسول اللہ ﷺ کا قول ہے "ایک دشمن سے جو ان کے ورے ہو گا"......... کامیابی ہمارے کیمپ کا ساتھ دے گی۔

رہے یہودی تو ہمارے مصادر میں ایسی کوئی بات نہیں ملتی جو اس عالمی جنگ میں ان کے کردار کا پتہ دے، لیکن وہ اس جنگ میں الجھیں گے ضرور بلکہ اہل کتاب کے قول کے مطابق ان کی دو تہائی تعداد تباہ ہو جائے گی {۵۸}۔ باقی ایک تہائی یہودیوں کے خاتمہ کا کام عیسیٰؑ کے نزول اور دجال کے قتل کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں سرانجام پائے گا۔

اللہ کے رسول ﷺ کی جس حدیث میں اس معرکہ کا تذکرہ ہے اس کی عبارت پیش خدمت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

> "عنقریب اہل روم امن کی خاطر صلح کر لیں گے، پھر تم ان کے ساتھ مل کر ایسے دشمن سے لڑو گے جو ان کے ورے ہے۔ تم سلامت رہو گے، مال غنیمت حاصل کرو گے۔ پھر تم ایک ٹیلوں والی چراگاہ میں قیام کرو گے، پھر رومیوں کا ایک آدمی کھڑا ہو کر صلیب بلند کرے گا اور کہے گا صلیب غالب آگئی۔ اس کے بعد ایک مسلمان کھڑا ہو کر اسے قتل کر دے گا۔ رومی عہد توڑ دیں گے۔ پھر خونریز جنگیں ہوں گی۔ وہ تمہارے خلاف اسّی (۸۰) جھنڈوں تلے اکٹھے ہوں گے اور ہر جھنڈے تلے ۱۲ ہزار کا لشکر ہو گا"۔ {۵۹}

حدیث کی عبارت سے واضح ہے کہ دو جنگیں ہوں گی۔ پہلی ہرمجدون کی عالمی جنگ ہے۔ یہ وہی جنگ جسے سب جانتے ہیں اور سب اس کے منتظر ہیں۔ دوسرے معرکہ کو "الملاحم" اور بعض روایات میں "الملحمۃ الکبریٰ" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اسے بہت کم لوگ جانتے ہیں۔ یہ وہی معرکہ ہے جو مسلمانوں اور اہل روم (یورپ

اور امریکا) کے درمیان ہو گا۔ یہ ہر مجدون کے بعد اس وقت ہو گا جب اہل روم عہد شکنی کریں گے۔

حواشی

{۱} بخاری نے صحیح میں روایت کیا ہے (۶:۳۶۱) یہ عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کی روایت ہے۔ اس کے آغاز میں ہے : "بَلِّغُوا عنّی ولو آیَۃً" یعنی میری بات اوروں تک پہنچاؤ خواہ ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔

{۲} یہ صحیح حدیث ہے جس کو مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ ص ۷۸ 'المطبعہ العصریہ

{۳} فتح الباری جلد ۱۱ کتاب الرقاق' باب التواضع' ص ۳۴۳۔ مطبعہ دار الفکر

{۴} اس معرکہ سے متعلق تفصیلی حدیث ان شاء اللہ اپنے مقام پر پیش ہو گی۔

{۵} الروم' یعنی زرد رنگ والے یا عیسائی۔ ہمارے دور میں ان سے مراد امریکا اور یورپ ہے۔

{۶} احمد اور ابو داؤد نے اس روایت کو ذو مخمرؓ سے روایت کیا ہے۔ اسے ابن ماجہ اور ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے سیوطی نے صحیح قرار دیا ہے اور ناصرالدین البانی نے بھی اسے صحیح الجامع میں صحیح قرار دیا ہے۔

{۷} یہ عبارت ایک مقالہ سے لی گئی ہے جس کا عنوان ہے "واشنگٹن' انقرہ اور اسرائیل"۔ یہ مقالہ استاد محمد عبدالمنعم نے اخبار الاہرام' مورخہ 96-5-12 میں لکھا۔

{۸} ایک مقالہ جس کا عنوان ہے "الولد المطیع" جسے ڈاکٹر مصطفیٰ محمود نے اخبار الاہرام مورخہ 96-5-25 میں لکھا۔

{۹} اس صحیح حدیث کا ایک حصہ ہے جسے مسلم نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے۔ احمد نے ابن عباس سے اسے روایت کیا ہے اور البانی نے صحیح میں ۱۳۴۵ کے تحت اس کا ذکر کیا ہے۔

{۱۰} یہ صحیح اور متفق علیہ حدیث کا مضمون ہے جسے حضرت ابو ہریرہؓ نے روایت کیا ہے۔

{۱۱} حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی صحیح اور متفق علیہ حدیث ہے۔ الترک سے چینی اور روسی اور اڑوس پڑوس کے لوگ مراد ہیں۔ زلف الانوف : چپٹی ناک والے۔ المجان

المطرقہ یعنی چوڑے اور گول چہروں والے۔

{۱۲} دیکھئے فتح الباری، جلد ۱۳، کتاب الفتن، باب خروج النار

{۱۳} احمد اور مسلم نے اسے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ یہ الصحیحہ للالبانی میں نمبر ۲۴۵۷ کے تحت موجود ہے۔

{۱۴} حدیث کا ٹکڑا جس کی تخریج فصل اول کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

{۱۵} حدیث کا ٹکڑا جس کی تخریج فصل اول کے آغاز میں گزر چکی ہے۔

{۱۶} اسے بخاری نے اپنی صحیح کے کتاب العلم میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

{۱۷} ابن مسعودؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت سے متفق علیہ حدیث ہے۔

{۱۸} احمد اور نسائی نے صحیح سند سے بیان کیا ہے، الصحیحہ میں نمبر ۱/ ۱۳۸ کے تحت موجود ہے۔

{۱۹} بخاری نے صحیح میں بطور معلق ابی عامر اور ابی مالک اشعری سے روایت کیا ہے۔ الصحیحہ میں نمبر ۹۱ کے تحت موجود ہے۔

{۲۰} صحیح حدیث ہے جس کو احمد اور بزار نے ابن عمر سے روایت کیا ہے۔ البانی نے الاحادیث الصحیحہ کے سلسلہ میں نمبر ۲۳۹۰ کے تحت درج کیا ہے۔

{۲۱} طیالسی کے نزدیک حضرت انسؓ سے مروی صحیح حدیث ہے، البانی نے الصحیحہ میں نمبر ۲۲۹۲ کے تحت درج کیا ہے۔

{۲۲} بخاری نے اسے صحیح میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ احمد اور ابن ماجہ نے سنن میں روایت کیا ہے۔

{۲۳} اس حدیث جس کا مضمون ہے جس کو ابو نعیم نے حلیہ میں رسول اللہ ﷺ کے غلام ثوبانؓ سے روایت کیا ہے۔

{۲۴} صحیح ہے جسے طبرانی نے ابو امیہ جمحی سے روایت کیا ہے۔ ابن مبارک نے بھی روایت کیا ہے اور البانی نے الصحیحہ میں اسے نمبر ۶۹۵ کے تحت درج کیا ہے۔

{۲۵} صحیح حدیث ہے جسے احمد اور طبرانی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے، البانی نے الصحیحہ نمبر ۱۸۸۸ میں اسے درج کیا ہے۔

{۲۶} احمد نے ابن مسعود سے روایت کیا ہے

{۲۷} اسے بخاری اور نسائی نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے

{۲۸} صحیح ہے جسے ابن حبان نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے

{۲۹} صحیح ہے جسے ابوداؤد نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ الصحیحہ میں نمبر ۹۳ کے تحت درج ہے۔

{۳۰} صحیح ہے جسے احمد، نسائی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے انسؓ سے روایت کیا ہے۔

{۳۱} صحیح ہے جسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے۔

{۳۲} بخاری نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔ مسلم اور احمد نے بھی اسے روایت کیا ہے۔

{۳۳} بخاری، مسلم اور ابوداؤد نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے

{۳۴} مسلم نے ابو ہریرہؓ سے روایت کی ہے۔

{۳۵} ترمذی نے اسے حضرت علیؓ اور ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ حدیث غریب ہے۔

{۳۶} صحیح حدیث ہے جسے طبرانی نے عابس الغفاری سے روایت کیا ہے، البانی نے الصحیحہ نمبر ۹۷۹ کے تحت درج کیا ہے۔

{۳۷} احمد اور طیالسی نے ابن مسعودؓ سے روایت کیا ہے۔

{۳۸} ابن حبان اور حاکم نے مستدرک میں روایت کیا ہے۔

{۳۹} ترمذی نے صحیح سند کے ساتھ ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے اور البانی نے الصحیحہ نمبر ۹۵۶ میں درج کیا ہے۔

{۴۰} متفق علیہ حدیث ہے۔ بخاری، مسلم، احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے اسے حذیفہؓ سے روایت کیا ہے۔

{۴۱} بخاری نے اپنی صحیح کے باب الفتن میں ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے اور مسلم نے کتاب الفتن میں۔

{۴۲} مسلم نے کتاب الفتن میں جابر سے روایت کیا ہے اور احمد نے مسند میں۔ قفیز اہل عراق کا پیمانہ ہے اور مدی اہل شام کا۔

{۴۳} بخاری نے صحیح میں عوف بن مالکؓ کی روایت سے اور احمد اور طبرانی نے معاذؓ کی روایت سے بیان کیا ہے۔ البانی نے الصحیحہ نمبر ۱۸۸۳ میں اس کا ذکر کیا ہے۔

{۴۴} یعنی ان تین پتھروں میں سے تیسرا پتھر جس پر چولہا رکھا جاتا ہے جس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہوتا۔

{۴۵} دیکھئے مقالہ "دیستورس کے سفر دانیال پر ایک نظر" اور دیکھئے "الوعد الحق والوعد المفتری" ڈاکٹر صفر الحوالی صفحہ ۲۸۔ اور دیکھئے کتاب "النبوءة والسیاسه" کے باب "الانحیلیون العسکریون فی الطریق الی الحرب النوویه" (انجیل کے ماننے والے فوجی ایٹمی جنگ کے راستہ پر) تالیف جریس حالک ترجمہ محمد السماک ص ۴۰۔

{۴۶} النبوءة والسیاسة ص ۵۲۔

{۴۷} مصدر سابق' ص ۴۰۔

{۴۸} بخاری نے صحیح (۶:۳۶۱) میں عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت سے نقل کیا ہے۔

{۴۹} بخاری نے صحیح کی فصل "الاعتصام بالکتاب والسنة" میں ابو ہریرہؓ سے نقل کیا ہے۔

{۵۰} الوعد الحق والوعد المفتری' صفحہ ۳۱۔

{۵۱} النبوءة والسیاسة' ص ۶۶۔ اس کتاب کے لکھنے والی نے ایک پوری فصل باندھی ہے جس کا عنوان ہے "ریگن اور ہرمجدون کے حقیقی معرکہ کے لئے ہتھیار بندی" اس میں ریگن کے ایسے بے شمار اقوال نقل کئے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ہرمجدون کے قریب الوقوع معرکہ پر یقین رکھتا ہے۔

{۵۲} اورل رابرٹسن کی کتاب "دراما نهایة الزمن" اور حال لینڈز کی کتاب "نهایة اعظم کرة ارضیة"۔ امریکہ کے ان دو مشہور کتابوں کے مصنفین کا مفروضہ یہ ہے کہ ۲۰۰۰ء یا اس کے قریب قریب کرۂ ارض کا بالکل خاتمہ ہو جائے گا۔

{۵۳} "الوعد الحق والوعد المفتری" ص ۶۲۔ "النبوءة والسیاسة" ص ۳۷۔

{۵۴} "النبوءة والسیاسة" ص ۵۲۔

(باقی صفحہ ۸۰ پر)

مسئلۂ ایمان و کفر

قرآن و حدیث کی روشنی میں

مولانا محمد طاسین

ایمان' اسلام اور کفر کا مسئلہ ان مسائل میں نہایت اہم اور نازک مسئلہ ہے جو بد قسمتی سے مسلمان علماء کے درمیان الجھے ہوئے اور امت مسلمہ کے اندر شدید انتشار و افتراق کا باعث بنے ہوئے ہیں اور جن کی وجہ سے مسلمانوں کی وحدت و یگانگت کو سخت اور ناقابل تلافی ضرر و نقصان پہنچ رہا ہے۔

ایمان' اسلام اور کفر کا مسئلہ جہاں اپنے اثرات و نتائج کے لحاظ سے نہایت اہم و نازک مسئلہ ہے وہاں واضح طور پر ایک اختلافی اور نزاعی مسئلہ بھی ہے۔ اس کا بیّن ثبوت کفر کے وہ فتوے ہیں جو مسلمانوں کے مختلف گروہوں اور فرقوں سے تعلق رکھنے والے مولویوں اور مفتیوں نے آپس میں ایک دوسرے پر لگا رکھے ہیں' حالانکہ ہر ایک اپنی جگہ خود کو مومن و مسلم باور کرتا اور دوسرے کے فتویٰ کفر کو غلط قرار دیتا اور نہایت نفرت کے ساتھ اس کو رد کرتا اور ٹھکراتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس افسوسناک صورتحال کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا کہ ان مولوی اور مفتی حضرات کے ذہنوں میں ایمان' اسلام اور کفر کا جو تصور ہے وہ ایک دوسرے سے مختلف اور جدا ہے۔ لہٰذا یہی کہا جا سکتا ہے کہ مجموعی طور پر ان کے ذہنوں میں مذکورہ الفاظ کا جو مفہوم و مطلب ہے' منتشر اور الجھا ہوا ہے۔ اور پھر چونکہ اس سے مسلمانوں کے باہمی اتحاد و اتفاق کو شدید نقصان پہنچ رہا ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ علمی بحث و تحقیق کے ذریعے اس انتشار اور الجھاؤ کو دور کرنے کی مخلصانہ کوشش کی جائے۔

مسئلہ ایمان و کفر کے متعلق مسلم اہل علم کے ذہنوں میں جو انتشار اور الجھاؤ ہے اس

کے یوں تو بہت سے وجوہ و اسباب ہیں' لیکن میرے نزدیک ان میں سب سے بنیادی اور اہم وجہ اور سبب یہ ہے کہ ایمان اور کفر کی حقیقت جو قرآن و حدیث میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی اس کو پوری توجہ اور کامل غور و فکر کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی گئی' بلکہ اس کی بجائے بعض متکلمین اور فقہاء کی تجویز کردہ تعریفوں پر اعتماد کیا گیا جو انہوں نے ایمان' اسلام اور کفر کے متعلق اپنی کتابوں میں تحریر فرمائیں اور جن کے مابین خود بھی کچھ نہ کچھ اختلاف پایا جاتا ہے۔ بنا بریں میرے نزدیک مذکورہ صورتحال کی اصلاح کا صحیح طریقہ اور علاج یہ ہے کہ کفر' ایمان اور اسلام کی شرعی حقیقت کے تعین کے لئے صرف قرآن و حدیث کو معیار بنایا جائے اور اس کی روشنی میں یہ فیصلہ کیا جائے کہ ایمان و اسلام اور کفر کا وہ مفہوم و مطلب کیا ہے جس کی بناپر کوئی شخص مومن و مسلم اور کافر کہلانے کا مستحق قرار پاتا ہے' اور پھر یہ بھی دیکھا جائے کہ عہدِ رسالت اور عہدِ صحابہؓ میں کسی شخص کو کس اعتقاد و عمل کی بناپر مومن و مسلم اور کس اعتقاد و عمل کی بناپر کافر سمجھا جاتا تھا' کیونکہ قرآن و سنت کی کسی ہدایت اور تعلیم کا صحیح مطلب وہی ہو سکتا ہے جو عہد مذکور میں عملی طور پر سامنے آیا۔

ایمان اور کفر کی شرعی حقیقت کے تعین کے لئے قرآن و حدیث کو اصل معیار بنانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ تقریباً سب مسلمان اہل علم اس بات پر متفق و متحد ہیں کہ دینی حقائق اور شرعی امور کا اصل ماخذ و سرچشمہ قرآن و سنتِ رسول ﷺ ہیں' جبکہ باقی ماخذوں کے متعلق ان کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض علماء ان کو شرعی ماخذ مانتے اور بعض دوسرے اس کا انکار کرتے ہیں۔

اس مضمون میں میرا جو اصل مقصد ہے وہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان ایک دوسرے کی تکفیر یعنی ایک دوسرے کو کافر کہنے اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے کی جو افسوسناک صورتحال ہے اور جس نے ان کے درمیان باہمی نفرت اور عداوت کی فضا قائم کر رکھی ہے اس کو مٹانے اور ختم کرنے کی عملی طور پر کوشش کی جائے تاکہ مسلمانوں کے مابین وحدت و یکجہتی اور اخوت و بھائی چارے کی وہ خوشگوار حالت اور اطمینان بخش فضا پیدا ہو جو ان کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے اور جس کا بعض قرآنی آیات میں

تقاضا ہے۔ ارشادالٰہی ہے :

﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا...الخ﴾

"(مسلمانو) تم سب مل جل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ میں نہ پڑو"۔

اس قرآنی آیت کاتقاضا یہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر سے وہ تمام مادی اور معنوی اسباب مٹانے اور دور کرنے کی کوشش کی جائے جو ان کے درمیان تشتّت و تفرقہ کاموجب اور باعث بنتے اور باہمی نزاع و جدال کو جنم دیتے ہیں۔ نیز ضروری ہے کہ ان کے درمیان دین اور قرآنی نظام ہدایت کی بنیاد پر محکم اتحاد و یگانگت کی پائیدار فضا قائم کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

اور پھر چونکہ یہ ایک امر واقعہ ہے کہ مسلمانوں کے درمیان تشتّت و افتراق کے پائے جانے والے اسباب میں ایک بڑا اور نمایاں سبب تکفیر کا فتنہ یعنی مختلف فرقوں کا آپس میں ایک دوسرے کو کافر کہنا اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینا ہے اور باہمی تکفیر کا یہ فتنہ ایک ایسا وبائی فتنہ ہے جس کی زد اور گرفت سے آج کوئی مسلمان محفوظ نہیں ——— کیونکہ ہر مسلمان کا کسی نہ کسی فرقہ سے ضرور تعلق ہوتا ہے جو دوسرے فرقہ کے نزدیک نہ صرف یہ کہ کافر بلکہ مباح الدم اور واجب القتل ہوتا ہے' بلکہ بعض مفتیوں کے ایسے فتوے بھی موجود ہیں جن میں یہ کہا اور لکھا گیا ہے کہ جو شخص فلاں فرقہ اور اس کے فلاں فلاں اشخاص کو کافر نہ سمجھے اور کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ بعض مفتیوں کا یہ بھی دعویٰ اور فتویٰ ہے کہ چونکہ کفر کی وجہ سے فلاں فرقہ کے افراد کے اپنی مسلمان بیویوں سے نکاح فسخ ہو چکے ہیں للٰذا وہ بدکاری کے مرتکب ہیں' اور ان کی اولاد ناجائز اور حرامی ہے وغیرہ وغیرہ ——— بنابریں نہایت ضروری ہے کہ مسلمانوں کے درمیان سے فتنہ تکفیر کو مٹانے اور دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ چنانچہ میری یہ تحریر بھی اسی طرح کی ایک اپنی سی علمی کوشش ہے جس کا مقصد اسلام اور مسلمانوں کی خیر خواہی کے سوا اور کچھ نہیں۔

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا میری سوچ کے مطابق ایمان اور کفر کی شرعی حقیقت' جس کی بنا پر کوئی انسان مومن اور کافر قرار پاتا ہے' کو جاننے اور متعین کرنے کا صحیح طریقہ

یہ ہے کہ صرف قرآن وحدیث کی طرف رجوع کیا جائے اور پورے غور و فکر کے ساتھ یہ پتہ چلایا اور معلوم کیا جائے کہ ان کے اندر اس اہم ترین مسئلہ کے متعلق جو ہدایت و رہنمائی ہے وہ کیا ہے۔ لیکن واضح رہے کہ قرآن وحدیث میں ایمان' اسلام اور کفر کے الفاظ جہاں شرعی معنوں میں استعمال ہوئے ہیں وہاں بہت سی آیات و احادیث میں لغوی معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں' جو شرعی معنوں کے ساتھ ضرور کچھ نہ کچھ تعلق اور مناسبت رکھتے ہیں' لہٰذا شرعی معنوں کے بیان سے پہلے ضروری اور مفید ہے کہ ان الفاظ کے لغوی معنوں کی قدرے اختصار کے ساتھ توضیح و تشریح کی جائے۔

عربی لغت کی مستند کتابوں میں لفظ "ایمان" کے متعلق جو لکھا ہے مختصر طور پر وہ یہ ہے کہ ایمان باب اِفعال کا مصدر ہے جس کا مادہ مجرد "امن" ہے جس کی ضد خوف ہے۔ باب افعال کی بعض خاصیات کے پیش نظر' جو کتب صرف میں بیان ہوئی ہیں' ایمان کے معنی بنتے ہیں : دوسرے کو صاحب امن بنا دینا' یا خود صاحب امن ہو جانا' لیکن عربی ادب میں یہ لفظ تصدیق و توثیق کے معنوں میں استعمال ہوا ہے' یعنی کسی کو سچا و صادق سمجھتے ہوئے اس کی بات کو مان لینا یا قابل اعتماد و وثوق باور کرتے ہوئے کسی کے کہے پر چلنا اور اس کی اتباع و پیروی کرنا۔ جب یہ حرف باء کے ساتھ استعمال ہو تو اس کے معنی اول الذکر اور جب حرف لام کے ساتھ استعمال ہو تو اس کے معنی ثانی الذکر ہوتے ہیں۔ اور پھر غور سے دیکھا جائے تو جس کی تصدیق و توثیق کی جاتی ہے اسے تکذیب اور بے اعتمادی سے امن دیا جاتا ہے جو ایمان کا اصل بنیادی معنی و مطلب ہے۔

قرآن مجید کی جن آیات میں لفظ ایمان لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں سے چند ایک یہ ہیں :

﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ...الایہ ﴾ (النساء : ۵۱)

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب الٰہی کا کچھ حصہ دیا گیا' وہ جبت اور طاغوت کی تصدیق کرتے (یعنی) سچ سمجھ کر مانتے ہیں۔"

جبت سے مراد بت' جادوگر اور کاہن' جبکہ طاغوت سے مراد شیطان ہے۔

﴿اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ○﴾
(النحل : ۷۲)
"کیا پس وہ باطل کو سچ سمجھ کر مانتے اور اللہ کی نعمت کو جھٹلاتے ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں؟"
﴿فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○﴾ (المرسلات : ۵۰)
"پس اس بات کے بعد وہ کس بات کی تصدیق کریں گے اور سچ سمجھ کر مانیں گے؟"
﴿قُلْ لَّا تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ.... الآیہ﴾ (التوبہ : ۹۴)
"کہہ دیجئے تم اپنی صفائی میں کوئی عذر پیش نہ کرو، ہم ہرگز تمہارے عذر کو صحیح نہیں مانیں گے۔ تمہاری بعض خبروں سے اللہ نے ہمیں آگاہ کر دیا ہے۔"
﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا﴾
(الاسراء : ۹۰)
"ہم کبھی آپ کی تصدیق نہیں کریں گے اور آپ کی بات نہیں مانیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لئے زمین سے چشمہ جاری کر دیں۔"
﴿مَا اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِيْنَ﴾ (یوسف : ۱۷)
("حضرت یوسف کے بھائیوں نے اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا) آپ ہماری بات کو سچ ماننے والے نہیں، اگرچہ ہم سچے ہی کیوں نہ ہوں۔"

مذکورہ بالا قرآنی آیات میں لفظ ایمان لغوی معنوں میں استعمال ہوا ہے جو بعض علماء لغت کے نزدیک مجازی ہیں۔ حقیقی معنی ایمان کے وہ ہیں جو شروع میں بیان کئے گئے ہیں یعنی دوسرے کو امن سے ہمکنار کرنا اور خود امن سے ہمکنار ہونا۔

لفظ اسلام کے لغوی معنوں کے متعلق کتب لغت میں جو کچھ لکھا ہے یہ ہے کہ اسلام باب افعال کا مصدر ہے جس کا مادۂ مجرد سلام و سلامتی ہے۔ اور اس باب افعال کی بعض خاصیات کے پیش نظر اس کے معنی بنتے ہیں : دوسرے کو سلامتی سے ہمکنار کرنا یا خود سلامتی سے ہمکنار ہونا، لیکن کلام عرب میں یہ عام طور پر جس معنی اور مطلب میں استعمال ہوتا ہے وہ ہے خود کو دوسرے کے سپرد کر دینا، اس کے سامنے سرِ تسلیم خم اور بے چون و

چرا اس کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کرلینا۔

قرآن مجید کی جن آیات میں لفظ اسلام مذکورہ معنوں میں استعمال ہوا اور بولا گیا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہے :

﴿ بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ....الآيَة ﴾ (البقرہ : ۱۱۲)

"ہاں' جو اپنا چہرہ اللہ کے لئے جھکا دے (اور اپنا سر تسلیم خم کردے) درانحالیکہ وہ نیکوکار ہو تو اس کے لئے اس کے رب کے پاس بڑا اجر ہے۔"

﴿ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا....الايہ ﴾ (آل عمران : ۸۳)

"پس کیا وہ اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں حالانکہ اللہ کے مطیع و فرمانبردار ہیں وہ سب جو آسمانوں اور زمین میں ہیں' خوشی سے یا ناخوشی سے۔"

یعنی ہر چیز فرامین الٰہی اور قوانین فطرت کی پابندی میں مصروف ہے۔

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ' قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾

(البقرہ : ۱۳۱)

"جب اس کو اس کے رب نے کہا کہ مطیع و فرمانبردار بن جا (یا سر تسلیم خم کردے) تو اس نے جواب میں کہا میں مطیع و فرمانبردار ہو چکا اللہ رب العالمین کے لئے (یعنی اس کے سامنے سر تسلیم خم کردیا)۔"

ان مذکورہ آیات کے نفس ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے اندر لفظ اسلام غیر مشروط فرمانبرداری اور تابعداری کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور چونکہ جو کسی کی بے چون و چرا اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے وہ اس کو اپنی مخالفت اور نافرمانی سے بچاتا اور سلامتی دیتا ہے اور خود بھی اس کی گرفت و ناراضی سے سلامتی حاصل کرلیتا ہے لہٰذا اسلام بمعنی فرمانبرداری کے اندر دوسرے کو سلامتی دینے اور خود سلامتی پانے کے حقیقی معنی بطور لازم پائے جاتے اور موجود ہوتے ہیں۔

ایمان اور اسلام کے لغوی معنوں کی مختصر توضیح کے بعد اب لفظ "کفر" کے لغوی

معنوں کی وضاحت کے متعلق مختصر طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔ عربی لغت کی مستند و مفصل کتابوں میں لفظ کفر کے متعلق جو لکھا گیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کفر کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے اور پردہ وغیرہ سے ڈھانپ دینے کے ہیں، مثلاً جب کوئی آدمی اپنی کسی شے کو کسی ظرف اور برتن وغیرہ میں بند کر کے چھپا دے تو کہا جاتا ہے : "قَدْ كَفَرَ الرَّجُلُ مَتَاعَهُ" آدمی نے اپنی متاع یعنی فائدہ اٹھانے کی چیز کو چھپا دیا۔ اسی طرح کلامِ عرب میں بہت سی ایسی چیزوں کے لئے یہ لفظ استعمال ہوا ہے جن میں چھپا دینے کا وصف پایا جاتا ہے، جیسے ظلمت و تاریکی، اندھیری رات، دریا، کالے بادل، زمین کی مٹی، کاشتکار، وہ زرہ پوش سپاہی جس نے دشمن کو دھوکہ دینے کے لئے اپنی زرہ پر کپڑا لپیٹ رکھا ہو۔ ان سب کے لئے لفظ "کافر" استعمال ہوا ہے۔ ظاہر ہے کہ تاریکی اور اندھیری رات بے شمار چیزوں کو دیکھنے والوں کی نگاہ سے چھپا دیتی ہے، دریا اپنے پانی میں مچھلیوں وغیرہ اور بکثرت اشیاء کو چھپائے ہوتا ہے، زمین کے اندر مختلف قسم کی لاتعداد چیزیں مدفون و مستور ہوتی ہیں، کاشتکار بیج و تخم کو بونے کے لئے زمین میں چھپا دیتا ہے، اور کالے بادل سورج چاند ستاروں کو چھپا دیتے ہیں۔ قرآن مجید کی بعض آیات میں بھی کفر کے لئے ظلمت و تاریکی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، جیسے سورۃ البقرہ کی یہ آیت :

﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَوْلِيَاءُهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمَاتِ﴾ (آیت : ۲۵۷)

"اور جن لوگوں کے دوست طاغوت یعنی شیطان وغیرہ ہیں وہ ان کو نور سے نکالتے اور اندھیروں میں دھکیل دیتے ہیں"۔ (یعنی کفر میں مبتلا کر دیتے ہیں)

یا جیسے سورۂ ابراہیم کی یہ آیت :

﴿كِتَابٌ اَنْزَلْنَاهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَى النُّوْرِ﴾ (آیت : ۱)

"یہ قرآن مجید ایک ایسی آسمانی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالو۔" (یعنی کفر سے ایمان کی طرف)

عربی کلام میں "کفر" کے مادے "کاف ر" پر مشتمل دوسرا لفظ "کفران" بھی کافی استعمال

ہوا ہے جس کے معنی احسان اور نعمت کی ناشکری و ناقدری کے ہیں۔ اس میں بھی غور سے دیکھا جائے تو چھپانے کا وصف پایا جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ جو شخص کسی کے احسان اور اس کی دی گئی نعمت کی ناشکری کرتا ہے وہ دراصل اس کو چھپاتا اور اس پر پردہ ڈالتا ہے اور جو شکر کرتا وہ اس احسان و انعام کا اقرار و اظہار کرتا ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں لفظ کفران اور اس سے مشتق الفاظ اور صیغے ناشکری کے لئے استعمال فرمائے گئے ہیں۔ ان میں سے چند آیات ملاحظہ فرمایئے :

﴿ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِىْ لَشَدِيْدٌ ○ ﴾ (ابراہیم : ۷)

"اگر تم ہماری نعمتوں کا شکر کرو گے تو ہم ضرور بالضرور ان کو زیادہ کر دیں گے، اور اگر ناشکری کرو گے تو یاد رکھو (ناشکروں کے لئے) میرا عذاب بہت ہی سخت ہے"۔

﴿ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ لِيَبْلُوَنِىْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ ○ ﴾ (النمل : ۴۰)

"(حضرت سلیمان علیہ السلام نے) کہا یہ میرے رب کے فضل سے ہے تاکہ وہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔ اور پھر جو (نعمت ملنے پر) شکر کرتا ہے اس کا فائدہ اسی کے لئے ہوتا ہے اور جو ناشکری کرتا ہے اس کو جاننا چاہئے کہ (وہ اللہ کا کچھ نہیں صرف اپنا بگاڑتا ہے، کیونکہ) میرا رب (بندے کے شکر سے) غنی و بے نیاز اور بڑا کریم ہے۔"

سورۃ البقرہ کی آیت ہے :

﴿ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ○ ﴾ (آیت : ۱۵۲)

"اور میرا شکر کرو اور میری ناشکری سے بچو۔"

ان مذکورہ تین آیات میں کفر بمعنی نعمت کی ناشکری کے لئے استعمال ہوا ہے جسے کفرانِ نعمت کہا جاتا ہے، اور جو منعم کی نعمت کا اظہار کرنے کی بجائے اس کے اخفاء پر دلالت کرتا ہے۔

اسی طرح لفظ کفر عربی زبان میں انکار اور جحود کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً جو شخص دوسرے کے حق کو دینے سے انکار کرتا ہے کہا جاتا ہے کہ "کافرہ حقّہ" قرآن حکیم کی جن آیات میں لفظ کفر انکار کے معنوں میں استعمال ہوا ہے ان میں سے ایک سورۃ القصص کی یہ آیت ہے : "قَالُوْاوَاِنَّابِكُلٍّ كَافِرُوْنَ○" فرعونیوں نے کہا ہم ان سب باتوں کا انکار کرنے والے ہیں۔ اور پھر غور سے دیکھا جائے تو کفر بمعنی انکار میں بھی ستر اور چھپانے کے معنی موجود ہوتے ہیں' کیونکہ جو شخص کسی موجود حقیقت اور واقعی شے کا انکار کرتا ہے وہ اس کو چھپانے کا مرتکب ہوتا ہے۔

بہرحال یہ ایک حقیقت ہے کہ کاف فاء راء (ک ف ر) کے حروف جتنے الفاظ میں پائے جاتے ہیں ان سب میں ستر اور چھپانے کا مفہوم قدر مشترک کے طور پر موجود ہوتا اور پایا جاتا ہے گو بطور لزوم ہو۔

لفظ ایمان' لفظ اسلام اور لفظ "کفر" کے لغوی معنوں کی توضیح کے بعد اب میں ان الفاظ کے شرعی اور اصطلاحی معنی و مطلب کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں جو اس تحریر کا اصل مقصد ہے' اور چونکہ ان الفاظ کا شرعی طور پر صحیح مفہوم و مطلب صرف وہ ہو سکتا ہے جو شریعت کے حقیقی ماخذ قرآن و حدیث میں مذکور ہو' لہٰذا میری یہ کوشش ہو گی کہ ان الفاظ کی شرعی حقیقت کے متعلق جو کچھ عرض کیا جائے قرآن و حدیث سے عرض کیا جائے۔

ایمان' اسلام اور کفر کی شرعی حقیقت کو جاننے اور معلوم کرنے کے لئے جب قرآن مجید اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غور و فکر کے ساتھ مطالعہ کیا جاتا ہے تو چند باتیں کھل کر سامنے آتی ہیں۔ اول یہ کہ ایمان کی اصل حقیقت اور جوہری ماہیت چند مخصوص عقائد ہیں جن کا تعلق انسان کے قلب اور دل سے ہے نہ کہ زبان کے کچھ اقوال سے اور نہ جسم و بدن کے خاص اعمال سے۔ چنانچہ جس کے قلب و دل میں وہ مخصوص عقائد یا اعتقادات موجود نہ ہوں وہ عند اللہ اور حقیقی طور پر مومن نہیں ہوتا خواہ وہ زبان سے کتنا ہی ایمان کا دعویٰ کرے اور کتنے ہی زیادہ لوگ اس کو مومن سمجھتے اور کہتے ہوں۔

قرآن مجید کی جن آیات سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حقیقتِ ایمان کا تعلق نہ زبان کے

الفاظ سے ہے اور نہ بدن کے اعمال سے بلکہ صرف قلبی عقائد سے ہے ان میں سے بطور مثال چند آیات ملاحظہ فرمائیں :

۱۔ ﴿ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۖ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ....الآیۃ ﴾ (الحجرات : ۱۴)

"دیہاتی گنوار قسم کے لوگوں نے کہا ہم ایمان لے آئے۔ آپ کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے بلکہ تم یہ کہو کہ ہم اسلام لائے، کیونکہ ایمان ابھی تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔"

۲۔ ﴿ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ﴾ (المائدہ : ۴۱)

"اور آپ کو رنجیدہ نہ کریں وہ لوگ جو جلدی کرتے ہیں کفر اختیار کرنے میں، ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے مونہوں اور زبانوں سے کہا ہم ایمان لائے حالانکہ ان کے قلوب اور دل ایمان نہیں لائے۔"

۳۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ﴾ (الحجرات : ۷)

"اور لیکن اللہ نے تمہارے لئے ایمان کو محبوب شے بنایا اور تمہارے قلوب کو اس سے مزین و آراستہ فرمایا۔"

۴۔ ﴿ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ ﴾ (المجادلہ : ۲۲)

"یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان کو نقش کر دیا۔"

۴۔ ﴿ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ ﴾ (النحل : ۱۰۶)

"مگر وہ شخص جس کو زبردستی کلمہ کفر کہنے پر مجبور کر دیا گیا لیکن اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن رہا۔"

قرآنی آیات کے بعد اب اس بارے میں کچھ احادیث نبویہ بلاحظہ فرمائیں : ایک صحیح حدیث جو صحاح ستہ میں ہے، کے الفاظ یہ ہیں :

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْاِيْمَانِ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : وہ شخص جہنم سے ضرور نکالا جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان تھا۔"

مسند احمد میں ایک حدیث کے الفاظ ہیں :

الاسلامُ عَلانیۃٌ والایمانُ فِی القَلبِ

"اسلام علانیہ اور ظاہری چیز ہے (جو دیکھنے میں آتی ہے) اور ایمان دل میں پوشیدہ ہوتا ہے (جو باطنی حقیقت ہے)۔"

صحاحِ ستّہ میں حضرت اسامہ بن زید ؓ کے حوالے سے جو حدیث ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ایمان کا محل و مستقر انسان کا قلب اور دل ہے۔ اس حدیث کا مضمون کچھ اس طرح ہے۔ ایک موقع پر حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو' جس نے زبان سے کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھ لیا تھا' اس شبہ میں قتل کر دیا کہ اس نے دل سے نہیں بلکہ اپنی جان بچانے کے لئے کلمہ پڑھا ہے اور ہمیں دھوکا دے رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس کا علم ہوا تو آپ ؐ نے حضرت اسامہ ؓ کو مخاطب کر کے سختی کے ساتھ فرمایا : "ھَل شَقَقْتَ قَلْبَہٗ" کیا تم نے اس کا قلب چیر کر دیکھ لیا تھا کہ اس کے اندر ایمان نہیں' اور وہ دعویٰ ایمان میں جھوٹا ہے۔

اس بارے میں قرآن حکیم کی وہ آیات بھی پیش کی جا سکتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کے زبانی دعویٰ ایمان کے باوجود ان کے مومن ہونے کی قطعی طور پر نفی کی ہے۔ اس وجہ سے کہ ان کے دلوں اور قلوب کے اندر ایمان نہ تھا۔ ایسی آیات قرآن مجید کے اندر کافی تعداد میں موجود ہیں۔ بطور مثال سورۃ البقرہ کی یہ آیت ملاحظہ فرمائیں :

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (آیت : ۸)

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جو زبان سے کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لے آئے' حالانکہ وہ وہ بالکل ایمان لانے والے (مومن) نہیں۔"

گویا اللہ کے ہاں بندے کے جس ایمان کا اعتبار اور اخروی نجات و فلاح کا جس ایمان پر دارو مدار ہے وہ صرف قلبی ایمان ہے' جس کا قطعی علم صرف اور صرف اللہ تعالیٰ علیمٌ بذات الصدور ہی کو ہو سکتا ہے' دوسرے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ دوسرے انسانوں

کو کسی انسان کے ایمان کا علم ہو سکتا ہے تو صرف اس انسان کے قول و عمل سے ہو سکتا ہے جس میں صِدق و کذب اور سچ و جھوٹ دونوں کا احتمال ہوتا ہے' لہٰذا وہ علم قطعی نہیں محض ظنی ہوتا ہے جس کی بنا پر کسی کو قطعی طور پر مومن نہیں کہا جا سکتا۔

حقیقت ایمان کے متعلق جو دوسری چیز قرآن و حدیث کے مطالعہ سے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ایمان جن قلبی عقائد کے مجموعہ کا نام ہے وہ پانچ ایسے مابعد الطبیعی حقائق سے تعلق رکھتے ہیں جن کا ظاہری حواس خمسہ سے ادراک نہیں ہو سکتا' لہٰذا وہ ماورائے محسوسات اور غیبی حقائق ہیں جن کا علم انسان کو صرف وحی کے ذریعے ہو سکتا ہے۔ یعنی ایک خاص انسان کو براہ راست وحی کے ذریعے اور باقی عام انسانوں کو اس خاص انسان کے بیان سے بالواسطہ طور پر حاصل ہوتا ہے جس کے صادق اور سچا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہو سکتا۔

جن مابعد الطبیعی اور ماوراءِ محسوسات غیبی حقائق کے اعتقادِ قلبی اور ایقانِ ذہنی کا نام ایمان ہے ان میں سے پہلی حقیقت جس کو بنیادی اور اساسی حقیقت کہا جا سکتا ہے اللہ کی ذات ہے ایسی جو تمام جمالی و جلالی صفات سے کامل اور دائمی طور پر متّصف ہے' جن کے تصور اور شعور سے انسان کے اندر محبت و چاہت کا جذبہ نیز رعب و خوف کا جذبہ ابھرتا ہے۔ اور یہ جذبہ اس کو آمادہ کرتا ہے کہ وہ اس صاحب جمال و جلال کی رضا و خوشنودی کی خاطر اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرے۔ قرآن و حدیث میں اللہ کے جمالی اور جلالی صفات کا ہر ہر آیت میں بڑی تفصیل کے ساتھ ذکر ہے جس کا انسانی ذہن متحمل ہو سکتا تھا۔ اس مختصر مضمون میں ظاہر ہے کہ وہ تفصیل تو پیش نہیں کی جا سکتی البتہ سورۃ الفاتحہ کی روشنی میں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کائنات جس میں انسان بھی ایک جزء کی حیثیت سے شامل ہے' اس کو عدم سے وجود میں لانے اور پیدا کرنے والا صرف اللہ ہے۔ وہی کائنات کی ہر شے اور ہر جاندار کی حیات و بقا اور نشوونما کے لئے سامان مہیا کرنے اور انتظام فرمانے والا رب اور پروردگار ہے۔ انسانوں کو جو بے شمار اور گوناگوں نعمتیں حاصل ہیں وہ اس کی صفت رحمانیت اور رحیمیت کا نتیجہ اور اس کے فضل و کرم کا کرشمہ ہیں۔ انسانی اعمال و افعال کے لئے جزاء و سزا کا جو بے لاگ اور محکم نظام ہے وہ اس کی

صفتِ عدل کا نتیجہ ہے۔ عالم کون و مکاں اور دنیائے انسانیت میں جو تغیرات و تبدّلات ہوتے ہیں اور مختلف قسم کے حالات و کوائف وجود میں آتے ہیں وہ اس اللہ تعالیٰ کی مشیت اور عالمگیر اجتماعی منصوبہ بندی کے تحت وجود میں آتے ہیں۔ وہ سب کچھ جانتا' دیکھتا اور ہر شے پر کامل قدرت رکھتا ہے۔ بنی نوع انسان کی دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کے لئے جس مادی و روحانی سرو سامان کی ضرورت تھی اس کی صفت رحمت اور صفتِ ربوبیت نے وہ سب مادی و روحانی سرو سامان انسان کے لئے دنیا میں بڑی فراوانی کے ساتھ مہیا کر رکھا ہے۔ اسی کے ہاتھ اور اختیار میں انسان کا فائدہ و ضرر اور نفع و نقصان ہے' لہٰذا انسانوں کی ہر عبادت و بندگی کا تنہا وہی مستحق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی بندوں کی کسی عبادت و بندگی کا اہل و حقدار نہیں۔ بہرحال اللہ پر ایمان کے لئے ضروری ہے کہ اس کی سب صفات پر ایمان ہو جو قرآن حکیم کے اندر بیان ہوئے ہیں اور جن پر ننانوے اسماءِ حسنیٰ دلالت کرتے ہیں۔

دوسرا عقیدہ جو ایمان کی شرعی حقیقت کے لئے ضروری ہے وہ ملائکہ کے وجود کا عقیدہ ہے' یعنی اللہ کی ایک ایسی مخلوق کے وجود کا عقیدہ رکھنا جس کے مشاہدہ سے ہماری نگاہیں قاصر ہیں۔ قرآن مجید میں ملائکہ کی جو صفات بیان ہوئی ہیں وہ یہ ہیں کہ وہ سراپا خیر و بھلائی ہیں' شر و بدی کی ان کے اندر سرے سے صلاحیت ہی نہیں۔ وہ ہمہ وقت اللہ کی حمد و ثناء کرتے اور اس کی تقدیس اور تہلیل میں مصروف رہتے اور زمین والوں کے لئے استغفار کرتے اور مغفرت مانگتے اور چاہتے ہیں۔ کائنات کے نظام کو قائم رکھنے اور چلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مختلف قسم کے اعمال و امور سونپ رکھے اور جو ذمہ داریاں ان کے لئے مقرر فرمائی ہیں ان کو بے چون و چرا انجام دینے میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں' اور کبھی اس میں سستی و کاہلی نہیں برتتے۔ انسانوں اور جنوں کی طرح ان کے اندر ذکور و اناث کی تقسیم نہیں۔ وہ سب یکساں و برابر ہیں۔ غیر مادی اور روحانی مخلوق ہونے کی وجہ سے ان کے اندر کسی طرح کی کوئی مادی خواہشات نہیں۔ ان کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے نبیوں و رسولوں کے درمیان واسطہ بن کر اللہ کے پیغامات و رسالات نبیوں اور پیغمبروں تک پہنچاتے اور ان سے مخاطب ہو کر کلام کرتے ہیں' وغیرہ

وغیرہ۔

تیسرا عقیدہ جو قرآن و حدیث کے مطابق ایمان کی شرعی حقیقت کا لازمی جزء ہے آسمانی کتابوں کا عقیدہ ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے رسولوں پر جو کتابیں نازل فرمائیں وہ سب صحیح اور برحق تھیں اور یہ کہ ان میں کی آخری کتاب جو ان پہلی سابقہ کتابوں کے جملہ بنیادی مضامین اور مشمولات پر مشتمل اور جامع کتاب ہے وہ قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید تمام سابقہ کتب سماویہ کے لئے مُصَدِّق و مُهَيْمِن کی حیثیت رکھتا اور ان کی تصدیق و نگہبانی کرتا ہے۔ اس کے اندر ہدایت کا وہ سب سامان یکجا موجود ہے جو سابقہ کتب میں متفرق طور پر موجود تھا' لہٰذا قرآن مجید پر ایمان رکھنا گویا سابقہ تمام کتب پر ایمان رکھنا' اور قرآن مجید کا انکار اور اس سے کفر کرنا جملہ سابقہ کتب سماویہ کا انکار اور ان سے کفر کرنا ہے۔ اور پھر یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ سوائے قرآن مجید کے باقی کوئی آسمانی کتاب آج اپنی اصل شکل میں محفوظ اور موجود نہیں۔ قرآن حکیم کی حفاظت کے لئے اللہ رب العزت نے اسباب کے ذریعے جو عجیب و غریب انتظام فرمایا ہے ان میں سے اہم ترین سبب حفّاظ کے سینوں اور حافظوں میں اس کا مِن و عَن اور حرف بحرف محفوظ ہو جانا ہے۔ نزول قرآن کے بعد ہر زمانے میں مسلمانوں کے اندر بے شمار ایسے حفاظ کرام موجود رہے ہیں جن کو قرآن مجید از اول تا آخر زیر زبر کے ساتھ لفظ بلفظ ازبر اور یاد رہا۔ قرآن مجید اگر محض کتاب کی شکل میں ہوتا تو مرور زمان کے ساتھ اس کے اندر کچھ تغیر و تبدل رونما ہو جانا غیر ممکن نہ تھا۔ بہر حال یہ ایک امر واقعہ ہے کہ کتب سماویہ میں سے قرآن کریم وہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے خود ذمہ لیا' لہٰذا وہ پوری طرح محفوظ ہے۔

چوتھا قلبی اعتقاد جو ایمان کی شرعی حقیقت کے لئے لازمی اور حقیقی جزء کی حیثیت رکھتا ہے رسولوں کے متعلق اعتقاد ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے خود ان ہی میں سے بعض انسانوں کو نبوت و رسالت کی روحانی صفت سے نوازا اور وحی کے ذریعے ان کو ایسے صحیح اور اچھے عقائد و اعمال سے بھی آگاہ

کیا جو انسان کی دنیوی اور اخروی نجات و سعادت اور فوز و فلاح کے لئے ضروری تھے اور ان غلط اور برے عقائد و اعمال سے بھی باخبر و مطلع کیا جو انسان کی دنیوی اور اخروی فوز و فلاح کے منافی تھے' اور ان پر لازم و فرض ٹھہرایا کہ وہ اپنی اپنی قوم میں تبلیغ کریں اور لوگوں کو مبشر اور منذر کی حیثیت سے یہ بتلائیں کہ صحیح و صالح عقائد و اعمال کی دنیا و آخرت میں جزاء کیا اور غلط و فاسد عقائد و اعمال کا انجام بد کیا ہے۔ چنانچہ ہر نبی و رسول نے اپنے اس مقدس فریضہ کو نہایت حسن و خوبی سے انجام دیا' نیز کتاب اللہ میں حیات انسانی کے مختلف شعبوں اور پہلوؤں سے متعلق جو ہدایات و تعلیمات تھیں اپنے قول و عمل سے یہ بتلایا اور واضح کیا کہ نظری اور عملی طور پر ان کا مدعا اور مطلب کیا ہے۔ قرآن مجید کے بیان کے مطابق نبیوں اور رسولوں کا یہ مقدس سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور بالآخر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل اور ختم ہوا۔ بعض احادیث نبویہ کے مطابق ان انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار تک ہے جو مختلف زمانوں میں مختلف قوموں کے اندر مبعوث اور جلوہ افروز ہوئے۔ قرآن مجید میں صرف ستائیس انبیاء کے ناموں کا ذکر ہے باقی کے اسماء گرامی کا ذکر نہیں' البتہ قرآن مجید میں مسلمانوں کے لئے یہ تعلیم اور تاکید ہے کہ وہ قلبی اعتقاد کے ساتھ زبان سے اس کا اظہار کریں کہ ہم بلا کسی تفریق و تمیز سب نبیوں اور رسولوں کو برحق سمجھتے اور مانتے ہیں جو دنیائے انسانیت کی کسی قوم میں کسی ملک اور کسی وقت میں مبعوث ہوئے۔ اس میں اجمال ہی ممکن اور کافی ہے' تفصیل ضروری نہیں۔

آخری نبی و رسول حضرت محمد ﷺ کے متعلق قرآن مجید میں واضح طور پر فرمان الٰہی ہے کہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ فرمایا : "وَلٰكِنْ رَّسُولَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ"۔ لہٰذا ایمان کی شرعی حقیقت کے متحقق ہونے کے لئے ضروری ہے کہ قلب و دل میں حضرت محمد ﷺ کے رسول اللہ اور خاتم النبیین ہونے کا پختہ اعتقاد و یقین ہو' جس کا عملی اور معروضی طور پر مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر نازل شدہ کتاب قرآن مجید کو اللہ کی کتاب تسلیم کیا جائے اور اس کی ہدایات پر چلا اور عمل کیا جائے۔ نیز حضرت محمد ﷺ نے اپنے قول و عمل سے قرآن مجید کی ہدایات و تعلیمات کا

جو مطلب بیان کیا اور ظاہر فرمایا ہے اس کو دین کا لازمی جزء سمجھتے اور ناقابلِ تنسیخ باور کرتے ہوئے اتباعِ سُنّتِ رسول کے جذبہ سے اس پر عمل پیرا ہوں اور پوری طرح اس کی پابندی کرنا' بالفاظِ دیگر پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے جو شریعت پیش فرمائی اس کو کامل اور آخری شریعت سمجھ کر اس کی پیروی و پابندی کرنا اور دوسرے کسی کو اس کے اندر کسی ردّ و بدل اور ترمیم و تنسیخ کرنے کا اہل اور مستحق نہ سمجھنا' دراصل آپ کو خاتم النبیین ماننا اور تسلیم کرنا ہے۔ اس کا لازمی مطلب یہ کہ جو شخص شریعتِ محمدیہ کو حق اور آخری طور پر کامل شریعت نہ مانتا اور اس پر عمل نہ کرتا ہو اور ساتھ ہی کسی دوسرے انسان کے متعلق یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ اس کو شریعتِ محمدیہ میں ترمیم و تنسیخ اور ردّ و بدل کا حق اور اختیار ہے ایسا شخص حقیقت میں محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کو نہیں مانتا۔ اگرچہ زبان سے وہ اس کا کتنا ہی اقرار اور اظہار کرتا ہو۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص زبان سے تو اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار و اظہار کرتا ہو لیکن عملی طور پر اس کی ہر عبادت صرف اللہ کے لئے نہ ہو بلکہ اس میں غیر اللہ کو بھی شریک کرتا ہو' جو صفات اللہ کی ذات سے مختص ہیں مخلوق میں سے کسی کے لئے ان میں سے کوئی صفت مانتا ہو ایسے شخص کا زبان سے توحید کا اقرار بے معنی اور غیر معتبر ہوتا ہے کیونکہ حقیقتِ واقعہ کے لحاظ سے وہ موحد نہیں ہوتا۔ مختصر الفاظ میں مطلب یہ کہ ہر قلبی اعتقاد اور لسانی اقرار کا خارج میں ایک معروضی اور واقعی مفہوم و مطلب ہوتا ہے' اگر وہ موجود ہو تو اعتقاد و اقرار کی تصدیق ورنہ تکذیب ہو جاتی ہے۔

ایمان کی شرعی حقیقت کے تحقق کے لئے جس پانچویں قلبی اعتقاد کا وجود ضروری ہے وہ حیات بعد الممات اور حشر و نشر اور اخروی جزاء و سزا اور ثواب و عقاب کا اعتقاد ہے۔ مطلب یہ کہ اگر کوئی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے اور اخروی زندگی میں اپنے اچھے برے اعمال کی پوری جزاء و سزا پانے کا اعتقاد نہ رکھتا اور جنت دوزخ کا منکر ہو وہ شرعی طور پر مومن نہیں ہو سکتا۔ قرآن مجید میں تقریباً ایک سو چالیس مرتبہ مختلف سیاق و سباق میں اس انداز سے ذکر ہے کہ اس پر ضرور ایمان ہونا چاہئے۔ کثیر التعداد آیات میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کا ایک ساتھ ذکر ہے۔ بعض آیات میں ایمان باللہ کے ساتھ

ایمان بالرسول کا اور بعض آیات میں ایمان باللہ کے ساتھ ملائکہ' کتب' رسل اور یوم الآخر کا بھی ذکر ہے۔ سورۃ البقرہ کی آیت ۱۷۷ میں ہے :

﴿ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ..... الآیۃ ﴾

"لیکن نیکی اس کی نیکی ہے جو اللہ کے متعلق ایمان رکھتا اور یوم آخر' ملائکہ' کتاب اور نبیوں کے متعلق بھی ایمان رکھتا ہو۔"

اور چونکہ ایمان باللہ میں اللہ کی بعض صفات پر ایمان لازم آتا ہے کہ ملائکہ' کتابوں' رسولوں اور آخرت پر ایمان ہو۔ مطلب یہ کہ اللہ کی صفتِ رحمت' صفتِ ربوبیت' صفتِ ہدایت اور صفتِ عدالت کا تقاضا ہے کہ جس طرح یہاں دنیا میں بنی نوع انسان کی خیر و بھلائی اور فلاح و بہبود کے لئے اس کی مادی اور جسمانی ضرورتوں کا عجیب و غریب نظام اور سامان موجود ہے اسی طرح اس کی روحانی اور اخروی ضرورتوں کا سامان اور انتظام بھی ضرور موجود ہو جس پر اس کی حقیقی اور دائمی فوز و فلاح کا دار و مدار ہے۔ روحانی ضرورتوں کا سامان موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ان روحانی امور و اعمال کا علم ہو جن کو قبول و اختیار کرنے سے اس کو روحانی اور اخروی فوز و فلاح اور سعادت و کامرانی نصیب ہو سکتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت' ربوبیت اور ہدایت سے بذریعہ ملائکہ' کتب سماویہ اور رسولوں و نبیوں کے وہ روحانی سامان مہیا فرمایا۔ بنا بریں ملائکہ' کتابوں اور رسولوں پر ایمان گویا اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفات پر ایمان ہے۔ اسی طرح ان کے انکار سے مذکورہ صفاتِ الٰہیہ کا انکار لازم آتا ہے اور ایمان باللہ کی نفی ہو جاتی ہے' علیٰ ہذا القیاس۔ اخروی زندگی اور اس میں کامل جزاء و سزا ہونے پر ایمان دراصل اللہ کی صفت عدالت پر ایمان کا لازمی تقاضا ہے اور آخرت کا انکار۔ اللہ کی صفت عدالت کے انکار کو مستلزم ہے جس کا "مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ" اور "اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ" میں بیان ہے۔

سطور بالا میں جو عرض کیا گیا اس سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ ایمان کی شرعی حقیقت جن مذکورہ پانچ ایمانی عقائد سے متحقق ہوتی ہے معنوی طور پر وہ آپس میں لازم و ملزوم کی طرح مربوط ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا بھی انکار حقیقتِ ایمان کی نفی کر دیتا ہے۔ (جاری ہے)

یادداشت بنام وزیر اعظم پاکستان

یہ یادداشت ۲۴ مئی کو تنظیم اسلامی کے وفد کی جانب سے جس کی قیادت امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کر رہے تھے' وزیر اعظم سیکرٹریٹ اسلام آباد میں وزیر اعظم سے ملاقات کے موقع پر پیش کی گئی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بخدمت گرامی میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان
السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

محترم میاں صاحب! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت جو حیثیت عطا فرمائی ہے وہ ایک جانب بہت بڑا اعزاز واکرام ہے تو دوسری طرف اتنی ہی بڑی آزمائش اور امتحان بھی ہے۔

محترم میاں صاحب! اس حقیقت کا آپ کو تو خود ایک بار تجربہ ہو چکا ہے کہ حکومت واقتدار ہرگز کوئی مستقل اور دائمی چیزیں نہیں ہیں۔ بقول اقبال : "جو تھا نہیں ہے' جو ہے نہ ہو گا' یہی ہے ایک حرف محرمانہ "۔ لہٰذا اس مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی ریاست یا بالفاظ دیگر نظام خلافت کے لئے دستور سازی کا جو عمل قرارداد مقاصد سے شروع ہوا تھا' اسے جلد از جلد پایہ تکمیل تک پہنچا کر برعظیم پاک وہند میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے اس عمل کو "بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل" کے مصداق صحیح رخ پر ڈال دیجئے' جو حضرت مجدد الف ثانی سے علامہ اقبال تک کے چار سو سالہ عمل تجدید واحیاء دین پر مستزاد مسلمانان ہند کی نوے سالہ قومی مساعی جن کو بالآخر قائد اعظم محمد علی

جناح کی زیرک اور ولولہ انگیز رہنمائی اور لاکھوں مسلمانوں کی جانوں اور ہزار ہا خواتین کی عصمتوں کی قربانیوں نے قیام پاکستان کی منزل تک پہنچایا تھا۔ تا کہ ایک جانب آپ اللہ اور رسول ﷺ کے محبوب بن جائیں اور دوسری جانب مسلمانان پاکستان ہی نہیں اسلامیان عالم کی آنکھوں کا تارا بن جائیں!

محترم میاں صاحب! پاکستان کے دستور میں اگرچہ ایک جانب اسلامی ریاست اور نظام خلافت کے جملہ دستوری تقاضے بتمام وکمال موجود ہیں لیکن دوسری جانب انہیں بالکل غیر موثر اور پابند سلاسل کرنے والی دفعات بھی موجود ہیں۔ اب اللہ کی نصرت و تائید کے بھروسے پر اور ایک جرات مومنانہ کے ساتھ صرف چند لفظی ترامیم سے سلطنت خداداد پاکستان کو کم از کم دستوری سطح پر اس عالمی خلافت علیٰ منہاج النبوت کا نقطہ آغاز بنایا جا سکتا ہے جس کے عالمی سطح پر قیام کی نوید جاں فزا نبی اکرم ﷺ کی صحیح احادیث مبارکہ میں موجود ہے۔ اور وہ لفظی ترامیم حسب ذیل ہیں :-

۱۔ الحمد للہ کہ ہمارے دستور میں "قرارداد مقاصد" دفعہ ۲۔الف کی حیثیت سے موجود ہے جو اصولی اعتبار سے اسلامی ریاست یا نظام خلافت کے پورے اساسی فلسفے کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ اس کے ضمن میں صرف اس چند لفظی صراحت کی مزید ضرورت ہے کہ "یہ قرارداد پورے دستور پر کلی طور پر حاوی ہوگی"۔

۲۔ دفعہ ۲۲۷الف کو اس تشریح کے اضافے کے ساتھ کہ "قرآن اور سنت رسولؐ کو پاکستان کے اعلیٰ ترین قانون کی حیثیت حاصل ہو گی" دفعہ ۲ ب کی حیثیت سے قرارداد مقاصد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔

۳۔ دفعہ ۴۵ میں یہ صراحت کی جائے کہ صدر مملکت اس دفعہ کے تحت حاصل شدہ اختیار کو شرعی حدود کے ضمن میں شریعت اپیلٹ بنچ آف سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلوں میں کسی کمی یا تبدیلی کے لئے استعمال نہیں کر سکیں گے۔

۴۔ فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے شریعت اپیلٹ بنچ کے سلسلے میں ضروری ہے کہ :-

(i) ان کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت کو ہائی کورٹ اور سپریم کورٹ کے جج

صاحبان کے مساوی بنایا جائے۔

اور

(ii) ان میں مستند اور جید علماء کی معتدبہ تعداد کی شمولیت لازمی بنائی جائے۔ (اس سلسلے میں خالص فنی اصطلاحات اور دستوری دفعات کے حوالوں کے ساتھ مطلوبہ ترامیم اس عریضے کے ساتھ منسلک ہیں)۔

۵۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے قیام کے بعد اسلامی نظریاتی کونسل ایک غیر ضروری ادارہ ہے۔ اسے ختم کر کے اخراجات کی بچت کی جائے۔ گویا دستور کی دفعہ ۲۲۷ کی شق (i) اور (iii) کے علاوہ دستور کے پورے حصہ نہم کو ختم کر دیا جائے۔

جہاں تک ملکی معیشت کو سود کی لعنت سے پاک کر کے اللہ اور رسولؐ سے جنگ بند کرنے کا سوال ہے جس کا اعلان بحمد اللہ خود آپ بھی اپنے نشری خطاب میں علی رؤس الاشہاد کر چکے ہیں' درج ذیل دو صورتوں میں سے ایک کو فوری طور پر اختیار کر لیا جائے :-

(i) فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں دائر شدہ اپیل واپس لے کر فیڈرل شریعت کورٹ ہی سے اس کے فیصلے کی تعمیل کے لئے ایک سال کی مزید مہلت کی درخواست کی جائے۔

(ii) سپریم کورٹ میں دائر شدہ اپیل کی فوری سماعت کا اہتمام کیا جائے اور اس کے لئے اپیلیٹ بنچ فی الفور تشکیل دیا جائے۔ اور اس کی سماعت کے دوران متبادل نظام کی تدوین کی مساعی جاری رکھی جائیں تا کہ اپیل کے فیصلے کے بعد تعمیل کے لئے کسی مزید مہلت کی ضرورت نہ ہو۔

برائے مرکزی مجلس عاملہ تنظیم اسلامی پاکستان

(ڈاکٹر اسرار احمد)

امیر تنظیم اسلامی

۲۴/ مئی ۱۹۹۷ء

انا للہ وانا الیہ راجعون

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات کے سابق استاد نامور محقق و معروف عالم دین جناب حافظ احمد یار قضائے الٰہی سے ۱۵/ مئی رات گیارہ بجے انتقال فرما گئے ہیں۔ مرحوم اسلامی علوم و فنون کے ایک ماہر کے طور پر نمایاں مقام کے حامل تھے۔ آپ "لغات و اعراب قرآن" کے نام سے ایک گراں قدر تحقیقی کام میں اپنی وفات تک مشغول رہے جو انجمن خدام القرآن کے زیر اہتمام شائع ہونے والے ماہنامہ "حکمت قرآن" میں قسط وار شائع ہو رہا ہے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد اور مرکزی انجمن خدام القرآن کے ساتھ ان کی وابستگی بہت پرانی اور نہایت گہری تھی۔ مرحوم ایک طویل عرصہ قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج لاہور میں تدریسی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ حافظ احمد یار مرحوم کی نماز جنازہ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے باغ جناح لاہور میں نماز جمعہ کے بعد پڑھائی جس میں زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔ مرحوم کی تدفین ان کی وصیت کے مطابق قرآن اکیڈمی کے قریب ماڈل ٹاؤن (مڑھیاں) کے قبرستان میں کی گئی۔ امیر تنظیم اسلامی نے مرحوم کی اسلام اور خصوصاً قرآنی خدمات کی تعریف کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا اور مرحوم کے پس ماندگان سے تعزیت کا اظہار کیا۔

ضرورت رشتہ

سرگودھا کے ایک رفیق تنظیم کو اپنی 19 سالہ بیٹی، میٹرک، ڈپلوما ان ڈریس میکنگ اینڈ ڈیزائننگ کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔

رابطہ : بذریعہ میثاق، K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور

☆ ☆ ☆

ایک 42 سالہ کاروباری، میٹرک پاس اور دینی تعلیم کے حامل رفیق تنظیم اسلامی کے لئے دینی مزاج کی حامل ترجیحاً رفیقہ تنظیم اسلامی کا رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی قید نہیں ہے۔ رشتہ طے ہونے کی صورت میں شادی جلدی ہو گی ـــــ رابطہ : محمود اختر کجلانوی

معرفت قاری منشاء الرحمٰن، مدرس جامعہ صدیقیہ سیکٹر B/4 میرپور آزاد کشمیر

☆ ☆ ☆

33 سالہ باپردہ خلع یافتہ میٹرک پاس نوجوان خاتون کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔

رابطہ : سید یونس واجد، B-491/51 کورنگی نمبر6 کراچی 74900

اے اسلام !
تو عورتوں کا سب سے بڑا محسن ہے

——— پروفیسر ثریا بتول علوی ———

اے اسلام تیرا نام و لقب کتنا پیارا' دلکش اور کیسا حسین و جمیل ہے۔ سراپا تسلیم و نیاز' ہمہ تن اطاعت و انقیاد' سرتاپا رضاجوئی و خدا ترسی' تو ایک لازوال حقیقت ہے۔ تو سرمدی صداقتوں کا گنجینہ' انوار الٰہی کا خزینہ' رحمت الٰہی کا محرم' رحمان شناس' خدا ترسی کا زینہ اور کائنات کی وسیع و عریض پہنائیوں کا امین ہے۔

اے اسلام! تو اپنے نام لیواؤں پر اتنی برکات نازل کرتا ہے' اپنے قائلین کو بے بہا انعامات سے نوازتا ہے' اپنے معتقدین کو دین و دنیا کی فوز و فلاح کی ضمانت دیتا ہے' ان کی دنیوی زندگی میں حسن و رعنائی پیدا کرتا ہے اور ان کی عاقبت کو نکھارتا ہے۔

تحقیق کے میدان میں جولانیاں دکھانے کے بعد' جستجوئے حقیقت میں سرگرداں رہنے کے بعد دریائے حقیقت میں غرق ہو کر میں یہ اعتراف کرتی ہوں کہ اے اسلام' جو بہار میں نے تیرے گلستان میں دیکھی' جو عروج مجھے تیرے سائے میں حاصل ہوا' جن صداقتوں کو میں نے تیری پناہ میں آنے کے بعد پایا' جو احسانات تو نے مجھ پر نازل کئے' وہ مجھے دنیا کے کسی نظام حیات' کسی طرز فکر' کسی تمدن اور کسی دین و مذہب کے سائے میں حاصل نہ ہوئے تھے۔

(ا) میں ایک گم کردہ راہ مسافر تھی' جسے اپنی منزل مقصود کا علم نہ تھا' میں شجر و حجر کی پرستار تھی میں توہم پرستی اور جہالت کی زنجیروں میں اسیر تھی۔ میں دیوتاؤں اور جنوں کو معبود سمجھتی تھی۔ بتوں کی نذر نیاز کرتی تھی۔ ہزاروں آستانوں پر حاضری دیتی تھی۔ قبروں اور ڈھیریوں کو قبولیت دعا کا منبع سمجھتی تھی ——— مگر اسلام تیرے سائے میں آنے

کے بعد ان تمام بے جان ڈھیروں اور پتھروں' بے بس شجرو حجر' بے کس دیو تاؤں و جنوں کے ٹھاکر دوارے سے منہ موڑا۔ تو نے میری پیشانی کو اس خدائے لم یزل ولایزال کے آگے سجدہ ریز کردیا اور میری پیشانی کو صرف اسی در کے لئے وقف کردیا۔ میری وفاؤں کا مرکز' میری دعاؤں اور استعانت کا مرجع تو نے اللہ تعالیٰ کو بنا دیا۔ اس طرح بھولی بھٹکی مخلوق کا رشتہ اس کے خالق سے ملا کر اسے منزل مقصود سے آگاہ کردیا۔

(۲) اے اسلام! ڈاروِن نے تو میرا رشتہ نباتات و حیوانات کے ساتھ جوڑا تھا۔ اور اس طرح مجھے صرف ایک معاشرتی حیوان (Social Animal) بنا چھوڑا تھا' مگر تو نے مجھے اس حقیقت سے متعارف کرایا کہ میں انسان ہوں' حیوان نہیں ہوں۔ اور انسان بھی وہ جسے خدا نے اشرف المخلوقات کے لقب سے نوازا ہے۔ جو تخلیق خداوندی کا شاہکار ہے' جسے خود خالق کائنات نے اپنے ہاتھوں سے بنا کر اس میں اپنی روح پھونکی۔ اے اسلام میں کتنی حقیر تھی' تو نے مجھے کتنا عظیم بنا دیا۔

(۳) مجھے راہب بھکشو اور یوگی یہی بتاتے تھے کہ اگر تو راہ حقیقت پر گامزن ہونا چاہتی ہے تو تمام دنیا سے کنارہ کش ہو جا' کیونکہ یہ چیزیں تمہاری دشمن ہیں اور تمہارے دامن کو غلاظت سے آلودہ کردیں گی۔ ان کو برتنے میں ہلاکت آفرینی کا سامان ہے۔ اس لئے اس کی لذات و دلچسپیوں سے' اس کے حسن و رعنائی سے' اس کے فواکہ و ثمرات سے کنارہ کش ہو جا۔ مگر اے اسلام' تیرے سائے میں آنے کے بعد مجھے پتہ چلا کہ یہ چیزیں تو میری خادم ہیں' میرے لئے مسخر ہیں' میرے آقا کی خوشی اسی میں ہے کہ ان کو استعمال کر کے' ان سے لطف اندوز ہو کر اور اس دنیا کو برت کر ان دنیوی لذائذ پر شکر الٰہی ادا کروں۔ کیونکہ میں زمین میں اللہ کا خلیفہ ہوں۔ اس نے مجھے خلافت ارضی کا خلعت پہنایا ہے۔ اس خلعت کو زیب تن کرنے کے بعد خدا کے اطاعت کیش بندے کی حیثیت سے ان اشیاء میں تصرف کرنے میں ہی میری دنیوی و اخروی سعادت ہے۔ اور جو لوگ اس دنیا کو نہیں برتتے' اس کے لذائذ و ثمرات سے لطف اندوز نہیں ہوتے' خدا انہیں سرزنش فرماتا ہے :

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِىْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ.....﴾ (الاعراف : ۳۲)

"(اے پیغبر) ان لوگوں سے پوچھئے کہ اللہ نے جو زینت (کے ساز و سامان) اور کھانے (پینے) کی ستھری چیزیں پیدا کی ہیں' ان کو کس نے حرام کہا ہے"۔

سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيعًا.....﴾

"وہی ہے جس نے ہر وہ چیز جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کی"۔

سورۂ نحل میں فرمایا:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِاَمْرِهِ...﴾ (النحل: ۱۲)

"رات دن' شمس و قمر وغیرہ سب اللہ نے تمہارے لئے مطیع و منقاد بنائے اور ستارے بھی اس کے حکم سے تمہارے لئے مسخر ہیں"

اس طرح اے اسلام تو نے مجھے دنیا کی ہر نعمت سے متمتع ہونے پر ابھارا۔ بارش' سمندر' سورج' ہوا' پہاڑ' پانی غرضیکہ ہر چیز کو میرے فائدے کے لئے مامور فرمایا۔ اگر میں اللہ کی فرمانبردار رہوں تو یہ سب چیزیں میری فرمانبردار اور خادم ہیں۔ اللہ اللہ قربان جایئے اس عظمت انسانی پہ جو اسے اسلام نے عنایت فرمائی ہے۔

(۴) اے اسلام تو نے مجھے خاتم الانبیاء کی امت سے گردانا جو کہ سید المرسلین ہیں' سرور دو عالم ہیں' دانائے سبل ہیں۔ جن کے ہاتھوں تمام انبیاء کا دین مکمل ہوا' وہ نبی جن کی ذات میں کاملیت اور جامعیت بیک وقت جمع ہیں کہ انہوں نے ہماری زندگی کے ہر گوشے میں اپنا عملی اسوہ چھوڑا' اور زندگی کے کسی پہلو کو تشنہ تکمیل نہیں چھوڑا۔ انہوں نے ایک یتیم کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا اور بے مثال شوہر' رحیم و شفیق باپ' امانت دار تاجر' ایثار کیش انسان' صلہ رحمی کرنے والے رشتہ دار اور نبیوں کے سردار بن کر ابھرے' راہ حق میں تمام دنیا کے انسانوں سے زیادہ محنت' ہمت' پامردی' جان کیشی کے ساتھ مصائب سہے' اور بالآخر دین کے سب سے بڑے لیڈر کی حیثیت سے بے بصر انسانوں کے لئے اپنا مبارک اسوہ حسنہ چھوڑ گئے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلَيْهِ۔

(۵) مذہب کے اجارہ دار پادری' برہمن' کاہن وغیرہ مجھے سکھاتے تھے کہ ہمارے

توسط کے بغیر تو اپنے آقا تک نہیں پہنچ سکتی۔ وہ اتنی عظیم الشان ہے کہ اس سے رابطہ کے لئے تو واسطہ در واسطہ کی ضرورت ہے جس طرح کسی دنیاوی بادشاہ تک پہنچنے کے لئے درمیان میں کئی وسائط کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر اے اسلام' تو نے مجھے ایک نیا ہی درس دیا کہ میرا اللہ' میرا معبود میرا آقا تو میری شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہ ہر وقت میری فریاد سننے کو اور میری دعا و نیاز قبول کرنے کو چشم براہ رہتا ہے۔ میں جب بھی اس کے دروازے پر دستک دوں' وہ مجھے اپنا محرم راز بنا لیتا ہے۔ میں اس کی اطاعت میں ذرا سی سرگرمی دکھاؤں تو وہ مجھے اپنے مقربین کی صف میں اور اپنے اولیاء کے زمرے میں سے گردانے لگتا ہے۔

(۶) کچھ مغربی محقق (مارکس و انجلز) مجھے معاشی حیوان قرار دے چکے تھے۔ گویا میں صرف معاشی عوامل کے رحم و کرم پر تھی' یہی معیشت ہی میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت قرار پا چکی تھی' مگر اے اسلام' تیری پناہ میں آنے کے بعد میں اس حقیقت سے آشنا ہوئی کہ ہر کیڑے مکوڑے اور ہر شجر و حجر کا رزق تو اللہ نے اپنے ذمے لے رکھا ہے۔ اس نے انسان کے رزق کا سامان تو بدرجہ اولیٰ کر رکھا ہے۔ اے اسلام' تو نے معیشت کے بجائے اطاعت الٰہی کو' خدا کے قانون کے آگے سر تسلیم خم کر لینے کو میری زندگی کی سب سے بڑی حقیقت قرار دیا۔

(۷) مجھے ایک نظام حیات عطا کیا۔ یہ نظام حیات اور یہ قانون خداوندی زندگی کے ہر پہلو پر حاوی ہے۔ پہلے میں اپنا فلسفہ و تہذیب یونان سے اخذ کرتی تھی' قانون روما سے' معیشت مارکس سے اور معیار زندگی کی افزونی کو قبلہ مقصود ٹھہراتی تھی' مگر اے اسلام' تو نے مجھے سکھایا کہ اگر میں قرآنی نظام حیات قبول کر لوں تو میری زندگی کے سب گوشے نکھر سکتے ہیں۔ چنانچہ اس قرآن نے مجھے اطاعت الٰہی کے تحت اخلاقی اقدار کی معراج تک پہنچایا' میری تہذیب نفس کی' مجھے معاشرے کے ایٹی کیٹ بتائے۔ اپنے آداب معاشرت سکھا کر مجھے معیشت سکھائی' مجھے معاشرت سکھائی۔ اور ہر گوشہ کا رابطہ براہ راست اعلیٰ اخلاقی اقدار کے تابع قرار دیا۔ اس طرح اسلامی معاشرت دنیا کی بہترین معاشرت' اسلامی سیاست دنیا کی بہترین سیاست اور اسلامی معیشت دنیا کی بہترین معیشت قرار پائی۔

(۸) اے اسلام' تیری جس خوبی سے میں سب سے زیادہ متاثر ہوں وہ تیرا اعتدال و توازن ہے۔ تو نے ہر گوشہ حیات میں افراط و تفریط سے منہ موڑ کر اعتدال کی راہ اختیار کی۔ نہ تو فرد کو معاشرے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا کہ وہ معاشرہ کے مفاد کے لئے اپنا ذاتی مفاد قربان کر دے۔ اور نہ ہی اجتماع و معاشرہ کی حقیقت کو نظرانداز کیا' بلکہ یہ اجازت دی کہ انسان اپنے اغراض و مقاصد پر چلتا رہے بشرطیکہ اس سے اجتماعی مفاد و مقاصد کو ضرر نہ پہنچے۔ اسی طرح نہ ہی مجرد دنیاداری کو مستحسن قرار دیا' نہ ہی مجرد ریاضت و عبادت کو۔ بلکہ دنیا کے دھندوں اور دنیاوی کاروبار میں پھنس کر دین پر عمل کرنے کو ترجیح دی۔ اس طرح کہ دنیوی دھندے اللہ کے حکم کے مطابق بجالاؤ' تو یہ سب تمہاری عبادت ہے' ریاضت ہے اور مجاہدہ ہے۔

(۹) میں ایک جاہل و گم کردہ راہ ضلالت کے گہرے غاروں میں سرگرداں تھی۔ اے اسلام' تو نے علم کو میری زندگی میں ایک نمایاں مقام عطا کیا اور علم کی روشنی میں میری تاریک زندگی کو منور کیا۔ دیگر تمام معاشرے علم کو صرف چند طبقوں تک محدود رکھتے تھے مگر اے اسلام' تو نے ہر طبقہ کے لئے بلاامتیاز رنگ و نسل علم کا دروازہ وا کر دیا۔ وہ علم جس نے حضرت انسان کو مسجود الملائکہ کا منصب عطا کیا تھا' اسی علم الٰہی سے ہر شخص کسی بھی امتیاز کے بغیر متمتع ہو سکتا ہے' صرف عمل شرط ہے۔ چنانچہ جو کوئی بھی محنت' کوشش اور جستجو کے ساتھ علم حاصل کرے اور اس پر عمل پیرا ہو' وہ انبیاء کا وارث' امت کا چراغ اور قوم کا راہبر اور لیڈر ہے۔ تو نے سوت کاتنے والوں (امام غزالیؒ کے والد) ہنڈیا بیچنے والوں (امام قدوریؒ) تیل تیار کرنے اور بیچنے والوں (زیاتؒ) غرضیکہ ہر ایک کو جب علم کی مسند پر بٹھایا تو پھر انہیں امت مسلمہ کا عظیم الشان اور باعث صد افتخار لیڈر بنا دیا۔ یہ کتنا بڑا احسان ہے۔

(۱۰) میں سوچا کرتی تھی کہ میں کیوں پیدا ہوئی' مجھے کس نے پیدا کیا۔ میری تخلیق کی غرض و غایت کیا ہے؟ میرا مرنے کے بعد کیا انجام ہو گا' کیا یہ دنیا فنا ہو گی یا نہیں' یہ دنیا خود بخود وجود میں آئی یا اس کے وجود میں آنے کی کوئی غرض و غایت ہے۔ کیا یہ فنا ہو گی یا نہیں۔ یہ اور اس قسم کے سینکڑوں سوال مجھے ہر وقت پریشان کرتے رہتے تھے اور ان سوالوں نے

میری زندگی اجیرن کر ڈالی تھی' مگر اے اسلام' تیرا دامن تھام لینے کے بعد مجھے ان تمام سوالوں کے جواب مل گئے۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ مجھے پیدا کرنے والی ایک عظیم الشان ہستی ہے جس کا اسم ذات "اللہ" ہے۔ اللہ نے ہی ہر چیز تخلیق کی ہے۔ یہ دنیا' یہ زمین' یہ بے ستون نیلگوں آسمان' یہ وسیع و عریض فضا کی پہنائیاں' یہ رات دن کے انقلاب' یہ شمس و قمر اور کواکب کا نظام' یہ موسموں کے تغیر و تبدل سبھی اسی کی کرشمہ سازی ہے۔ اس نے ہر چیز کو ایک منظم منصوبہ کے تحت پیدا کیا ہے اور ہر چیز سے اس کا کام لے رہا ہے۔ اس نے انسان کو پیدا کیا' اسے اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا' اپنی اطاعت اس پر لازم قرار دی۔ برائیوں سے روکنا اور نیکی کا حکم کرنا' دنیا میں نیکی کو فروغ دینا' خود نیکی پر عمل پیرا ہونا اور دوسرے انسانوں کو برائیوں سے روکنا اس کا منصب اولین ہے جو انسان اپنے مقصد کو پورا کرتا ہے' اسے خدا اپنی عظیم نوازشات سے سرخرو کرے گا۔ اور جو اس میں کوتاہی کرتا ہے اس کے حکموں کے مقابلے میں سرتابی کرتا ہے اور اس کا سرکش اور باغی بن کر رہتا ہے' اسے اللہ اپنے زبردست عذاب کی وعید سناتا ہے۔ اسی جزاو سزا کے معاملہ کے لئے وہ ایک دوسرا عالم پیدا کرے گا۔ دنیا میں جتنے لوگ مر چکے ہیں' اسی عالم میں ان سب کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ ان کے اعمال کو اپنی میزان میں تولے گا' پھر اس میزان کے مطابق انسان کو جزاو سزا دے گا۔

(۱۱) اے اسلام' میں عورت تھی اور عورت ہونے کی حیثیت سے کسی معاشرے' کسی دین یا کسی تہذیب نے مجھے نمایاں مقام عطا نہ کیا۔ میری پیدائش منحوس سمجھی جاتی تھی۔ مجھے ہمیشہ مرد کا غلام تصور کیا جاتا تھا۔ میں وراثت سے محروم تھی' زندگی کے حقوق سے محروم تھی۔ میری تخلیق کا مقصد ہی صرف مرد کی محکومی سمجھا جاتا تھا۔ مرد مجھے اپنی خواہشات کا کھلونا سمجھتا' مجھے دلفریب برائی' غارت گر دلربائی' خانگی آفت' پیدائشی فتنہ' سراپا معصیت اور بنی نوع انسان میں فساد و گناہ کی بنیاد قرار دیا جاتا تھا۔ میں مظلوم تھی۔ کسی کو مجھ پر ترس نہ آیا۔ میری عزت و ناموس لٹ چکی تھی' مگر کسی کو میری ناموس کی پرواہ نہ تھی' کسی کو میرے حقوق یاد نہ تھے ـــــ مگر اے اسلام' تو نے مجھ جیسی بے کس' بے نوا اور مظلوم عورت پر کیا کیا احسانات کئے۔ مجھے مرد کی مساوی جنس قرار دے کر مرد

کے ہم پلہ بنادیا۔ تو نے مرد کی مانند میرے حقوق بھی مقرر کئے اور ان کی ادائیگی مرد پر لازمی قرار دی۔ مجھے وراثت سے حصہ دلایا۔ مجھے مہر' نفقہ اور حسن سلوک کے حق عطا فرما کر مجھے گھر کی باوقار مالکہ بنایا۔ میری پرورش کو باعث رحمت الٰہی اور جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا' مجھے تعلیم و تربیت کے حقوق عطا فرمائے' میری عزت و ناموس کی حفاظت کی' مجھے ذمہ داریوں سے دست کش قرار دیا اور پیارے سے گھر کو میری جدوجہد کا مرکز قرار دے کر مجھے ہر قسم کی آوارگی اور افراط و تفریط سے محفوظ کر دیا۔ مجھے مرد کے ظلم و ستم کے مقابلے میں اپنا حق خلع استعمال کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح مجھ پر ایک عورت کی حیثیت سے اے اسلام تو نے جو احسانات کئے ان کو شمار نہیں کیا جاسکتا۔

(۱۲) میں غلام تھی اور معاشرہ کے رحم و کرم پر تھی۔ میرے مالک مجھ سے بیگار لیتے تھے اور تن و جان کا رشتہ قائم کرنے کے لئے قوت لایموت مہیا نہ کرتے تھے۔ میں یتیم و بے آسرا تھی' اس لئے مجھ پر ہر قسم کا ظلم و ستم روا رکھا جاتا تھا۔ اور کوئی میرے سر پر دست شفقت پھیرنے والا نہ تھا۔ میں کالی اور بدشکل تھی اور معاشرہ صرف گوروں اور خوش شکل لوگوں کو معزز سمجھتا تھا۔ میں غریب تھی اور معاشرہ میں صرف اس شخص کی عزت تھی جو مال و دولت والا ہو' اس کے پاس نوکروں چاکروں کے جھرمٹ ہوں' خوشامدیوں اور چاپلوسوں کا ہجوم ہو' اس کا بینک بیلنس ہو' اس کے پاس بے اندازہ کوٹھیاں و کاریں ہوں۔ میرا پیشہ معمولی تھا' اس لئے مجھے موچی' قصاب' حجام وغیرہ ہونے کی بنا پر معاشرہ میں نظر حقارت سے دیکھا جاتا تھا۔ میں نیچ ذات کی تھی' اس لئے اعلیٰ ذات والے مجھ سے چھو جانا بھی بڑا پاپ سمجھتے تھے۔ مگر اے اسلام' تیری پناہ میں آنے کے بعد مجھے سکون کا وہ دریا ٹھاٹھیں مارتا نظر آیا کہ میں اس میں مکمل طور پر غرق ہو گئی۔ یہاں کوئی لونی ولسانی' نسلی و قومی' امیری و غریبی کے امتیازات نہ تھے۔ اے اسلام تیری نگاہ میں ساری مخلوق یکساں تھی' اور اسلام کا تمام نام لیوا مساوی حیثیت کے مالک اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ تیرا قانون صرف غریبوں' یتیموں' بے کسوں اور بے نواؤں کے لئے نہ تھا' بلکہ امیر و غریب پر اور آقا و غلام پر اس کا اطلاق ہوتا تھا۔ تیرے احسانات طبقہ امراء تک محدود نہ تھے' بلکہ ہر امیر و غریب' آقا و غلام' مرد و عورت' بے کس حقیر و معزز' ہر کوئی کسی قسم کے امتیاز کے بغیر

ان احسانات سے یکساں لطف اندوز ہوتا تھا ہر ایک کو یکساں نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر کوئی امتیاز یہاں تھا تو تقویٰ اور جہاد کا تھا۔ یعنی جو شخص اپنے آقا کا جتنا زیادہ فرمانبردار' اطاعت کیش' خدا ترس اور راہ حق میں اپنا سرو سامان اور اپنا تن من دھن قربان کرنے والا ہو گا' وہ اتنا ہی معزز ہو گا۔ یہ امتیاز در حقیقت کوئی نہ تھا' کیونکہ ہر کلمہ گو تقویٰ اور جہاد کی اعلیٰ منازل طے کرسکنے کے قابل تھا۔ ہر شخص جو ان منازل تک پہنچنا چاہے' اس کے لئے کوئی مخالفت و مزاحمت نہیں۔ وہ اپنی ذاتی جدوجہد' سعی و کاوش اور پیہم کوشش سے ان منازل کو چھو سکتا ہے۔ اللہ اللہ اے اسلام' تیرے احسانات کا کیا شمار!

اے اسلام' شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ کے ہاں بحیثیت دین صرف تجھے ہی شرف قبولیت حاصل ہے۔ اور جو تیرے علاوہ کوئی اور راہ ڈھونڈے گا وہ دین و دنیا کی تباہی و نقصان کا مصداق ٹھہرے گا۔

"اے اللہ ہمیں اسلام پر استقامت عطا فرما اور اسی پر موت عطا فرمانا" (آمین)

(بشکریہ : خواتین میگزین لاہور)

بقیہ : امتِ مسلمہ کی عمر.....

{۵۵} "النبوۃ والسیاسہ" ص ۲۵

{۵۶} "النبوۃ والسیاسہ" ص ۱۹۔

{۵۷} اس کتاب کے مقدمہ میں ہم نے استاد محمد عبدالمنعم اور ڈاکٹر مصطفیٰ محمود کے اقوال بیان کئے ہیں' ان کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

{۵۸} سفر زکریا (۸۹ : ۱۳) اور سفر حزقیال (۱۲: ۳۹) میں اس کا تذکرہ ہے۔ عبارت یوں ہے :
"سات ماہ گزرنے کے بعد زمین صاف کرنے سے پہلے بنواسرائیل ان کو دفن کر سکیں گے۔"

{۵۹} یہ صحیح حدیث ہے جسے احمد' ابوداؤد' ابن ماجہ اور ابن حبان نے ذو مخمرؓ سے روایت کیا ہے۔ البانی نے مشکوۃ کی احادیث پر تحقیق کے سلسلہ میں نمبر ۵۴۲۴ کے تحت اسے صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح الجامع میں بھی یہ حدیث مختلف روایات سے آئی ہے۔

KHALID TRADERS

IMPORTERS – INDENTORS – STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER – SMALL TO SUPER – LARGE

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

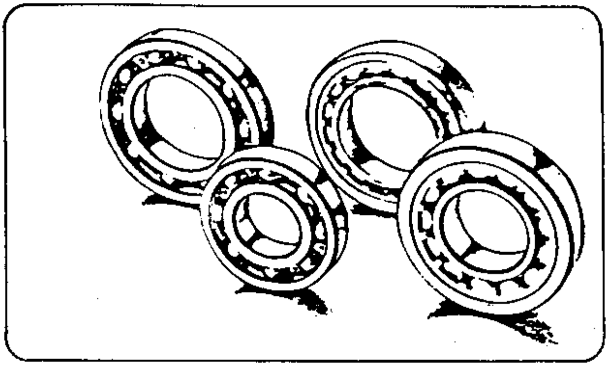

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : **(Opening Shortly)** Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000
Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

Reg. No. CPL 125
Vol. 46 No. 6
June 1997

(115)

میٹرک اور انٹرمیڈیٹ کلاس کے امتحانات سے فارغ طلبہ کے لئے

دینی معلوماتی تربیتی کورس

36|16|37

2 جون تا 30 جون 1997ء (4 ہفتے)

قرآن کالج لاہور

میں منعقد ہو گا (ان شاء اللہ)، جس میں مندرجہ ذیل مضامین کی تدریس ہو گی :

1 ۔ نماز و قراءت قرآن کی تصحیح
2 ۔ مطالعہ دینی لٹریچر
3 ۔ قرآن حکیم کے منتخب اسباق
4 ۔ عربی (ابتدائی)
5 ۔ علامہ اقبال کے قرآنی افکار
6 ۔ انگریزی و اردو خوش خطی
7 ۔ ارکان اسلام اور ان سے متعلق تفصیلات

نوٹ

- اس کورس میں رجسٹریشن کی آخری تاریخ 31 مئی 1997ء ہے۔
- اوقات تعلیم صبح 8 بجے سے 12 بجے دوپہر ہوں گے۔ ہاسٹل میں رہائش پذیر طلبہ کے لئے بعد نماز مغرب بھی کلاس ہو گی، جس میں متفرق موضوعات پر سیمینارز اور مذاکرے منعقد کئے جائیں گے۔
- کورس فیس مبلغ 400 روپے ہے، جس میں جملہ کتب کی قیمت شامل ہے۔
- ہاسٹل میں رہائش کی محدود گنجائش ہے۔
- ہاسٹل میں 4 ہفتے کے قیام و طعام کا خرچ لگ بھگ 1000 روپے ہو گا۔
- مستحق طلبہ کے لئے رعایت کی گنجائش ہے۔
- تدریس کا آغاز ان شاء اللہ 2 جون سے ہو جائے گا۔
- شرکاء کو کورس کی تکمیل پر اسناد جاری کی جائیں گی۔

المعلن : **عاطف وحید، ناظم قرآن کالج لاہور**

191 ۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور ۔ فون : 5833637

زیر اہتمام : **مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور**